ماہنامہ خواتین

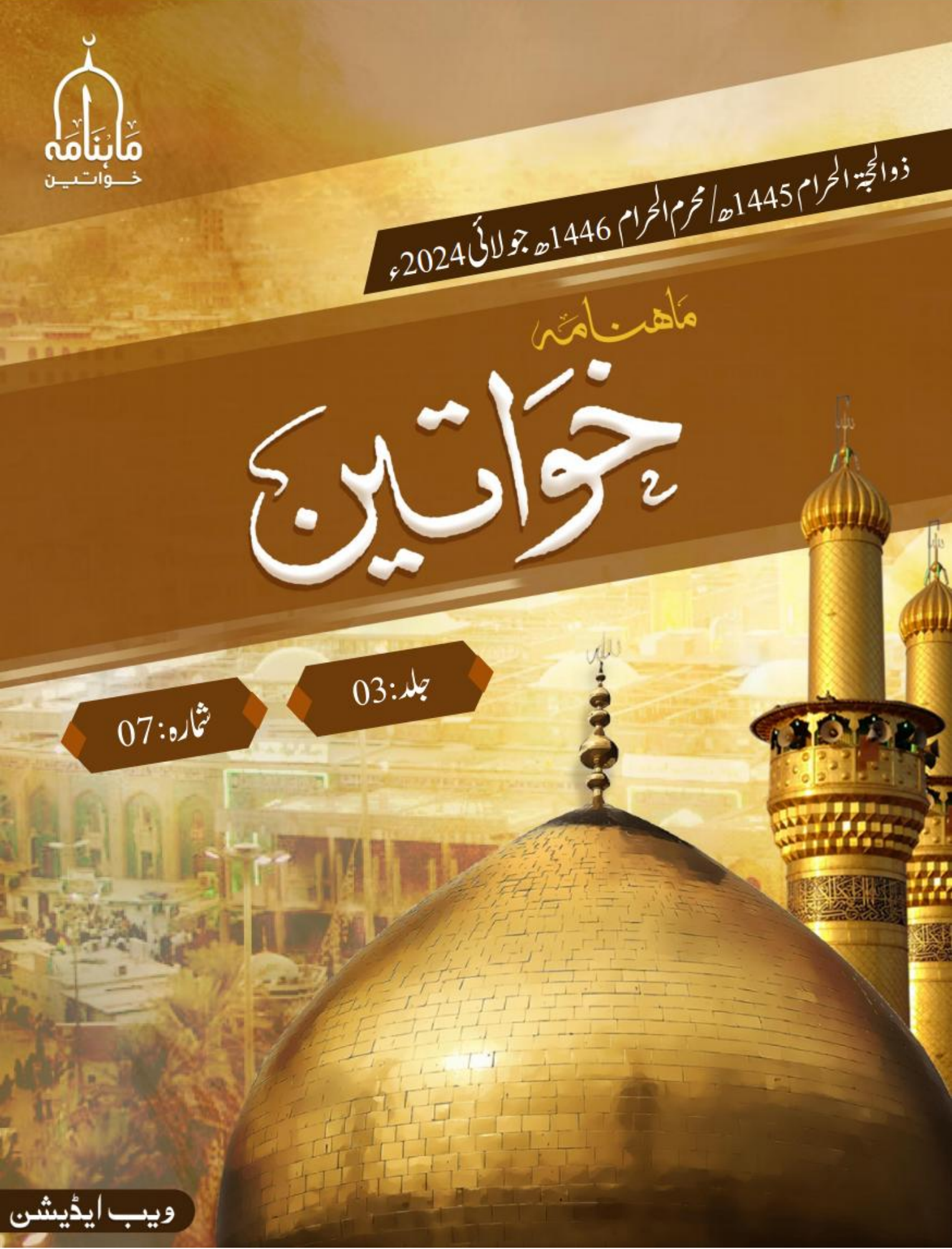
ذوالحجۃ الحرام 1445ھ/ محرم الحرام 1446ھ جولائی 2024ء

ماھنامہ

خواتین

جلد:03

شمارہ:07



ویب ایڈیشن



ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک حفاظت

جو شخص جمعہ کے بعد سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص اور سورۂ فلق وناس سات سات بار پڑھ لے تو اگلے جمعے تک اس کی حفاظت کی جائے گی۔

حضرت سیدنا وکیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا اور اسی طرح پایا۔(شعب الایمان، 2/518، حدیث:2577- فضائل القرآن لابن الضریس، 1/123، رقم:290)



گھر سے جن بھگانے کا روحانی علاج

اگر کسی گھر میں جن رہتا ہو اور پریشان کرتا ہو تو سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور سورۂ جن کی ابتدائی پانچ آیتیں پڑھ کر اور پانی پر دَم کر کے مکان کے اطراف وجوانب میں چھڑک دیں، جن مکان میں سے چلا جائے گا اور اِن شآءَ اللہ پھر نہیں آئے گا۔(جنتی زیور، ص587)

جنات کی شرارتوں سے حفاظت



اگر کسی کے ساتھ جنات کی شرارتیں ہوں، جنات آپ کو تنگ کرتے ہوں، چیزیں اٹھا کر لے جاتے ہوں، غائب کر دیتے ہوں، کپڑے پھٹ جاتے ہوں، سامان کے نقصانات کا سامنا ہو، جسم بھاری ہو رہا ہو، سینے پر دباؤ یا کندھوں پر وزن محسوس ہوتا ہو، نیند اڑ چکی ہو، ڈراؤنے خواب دکھائی دیتے ہوں یا خواب میں سانپ بچھو، چھپکلیاں نظر آئیں یا برے خواب یا گھر میں خون کے چھینٹے نظر آتے ہوں تو آپ سورۃ البقرۃ کی تلاوت کیجئے اور اللہ پاک کی بارگاہ میں دعا کیجئے۔ جس گھر میں اس کی تلاوت کی جائے وہاں سے شریر جنات بھاگ جاتے اور اس طرح کی علامات بھی ختم ہو جاتی ہیں۔

سُوجن کا روحانی علاج

اگر بدن پر کہیں وَرَم یعنی سُوجن ہو گئی ہو تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ 67 بار لکھ (یا لکھوا) کر اپنے پاس رکھئے یا تعویذ بنا کر پہن لیجئے، اِن شآءَ اللہ وَرَم دُور ہو جائے گا۔(بیمار عابد، ص37)



فہرست

حمد و نعت	نعت و استغاثہ	2
پیغامِ بنتِ عطار	نیک عمل نمبر22	3
تفسیرِ قرآنِ کریم	فضیلت کا معیار تقویٰ ہے!	5
شرحِ حدیث	جادو اور اس کی اقسام (قسط4)	7
ایمانیات	حشر کے دن سایۂ عرش پانے والے (قسط25)	13
فیضانِ سیرتِ نبوی	حضور کی اہلِ بیت سے محبت	16
معجزاتِ انبیا	حضرت یونس علیہ السلام کے معجزات و عجائبات (قسط2)	18
فیضانِ اعلیٰ حضرت	شرح سلامِ رضا	20
فیضانِ امیرِ اہلِ سنت	مدنی مذاکرہ	22
اسلام اور عورت	بیٹیوں کو سلیقہ مندی سکھائیں	24
شرعی رہنمائی	اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل	25
حصولِ علمِ دین کی رکاوٹیں	باادب بانصیب (قسط2)	26
رسم و رواج	نکاح اور اس کی رسومات (قسط1)	31
اخلاقیات	والدین کی فرمانبرداری	33
	والدین کی نافرمانی	35
بزرگ خواتین کے سبق آموز واقعات	مجبوری میں کیا کریں؟	38
تحریری مقابلہ	نئی لکھاری	39

چیف ایڈیٹر
مولانا ابو الابصار قادری عطاری
سینئر معاون
مولانا ابوزین العابدین عطاری مدنی
ڈیزائنر
ابو ازلان عطاری

شرعی تفتیش: مولانا مفتی محمد انس رضا عطاری مدنی
دار الافتاء اہلِ سنت (دعوتِ اسلامی)

اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور (صرف تحریراً) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے:

mahnamahkhawateen@dawateislami.net
پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین اسلامک ریسرچ سینٹر (المدینۃ العلمیۃ) دعوتِ اسلامی

نعت و استغاثہ

نعت

دل میں ہو میرے جائے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم

دل میں ہو میرے جائے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم
سر میں رہے سودائے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم
جنّ و ملائک حور و غلماں سب ہیں نام پر ان کے قرباں
کون نہیں جویائے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم
حق نے انہیں بے مثل بنایا پڑتا زمیں پر کیونکر سایہ
نورِ خدا اعضائے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم
تاجِ فَنَرْضٰی سر پر رکھ کر حق نے کہا کہ بروزِ محشر
چاہے جسے بخشائے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم
جب گھبرائیں گے عاصی ڈر کر رحمتِ حق یہ کہے گی بڑھ کر
چین کریں شیدائے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم
خوف ہے گر کچھ روزِ جزا کا دل میں جما کر نامِ خدا کا
ورد کرو اسمائے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم
ہے یہ دعائے جمیلِ مضطر حشر کے دن اے داورِ محشر
سر ہو مرا اور پائے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم

از: مدّاح الحبیب مولانا جمیل الرحمٰن قادری رحمۃ اللہ علیہ
قبالۂ بخشش، ص91

استغاثہ

پھر بُلا کربلا، یاشہِ کربلا

پھر بُلا کربلا، یاشہِ کربلا
اپنا روضہ دکھا، یاشہِ کربلا
میں نے چومی نہیں، کربلا کی زمیں
ایک عرصہ ہوا، یاشہِ کربلا
از پئے چار یار، اے شہِ ذی وقار
اپنا شیدا بنا، یاشہِ کربلا
ابنِ شاہِ عرب! مرضِ عصیاں سے اب
دیدو مجھ کو شفا، یاشہِ کربلا
دل کو مل جائے چین المدد یاحسین
ہوں بہت غمزدہ، یاشہِ کربلا
ہو میسّر امام اب شہادت کا جام
کردو حق سے دعا، یاشہِ کربلا
جانبِ کربلا کاش! عطّار کا
چل پڑے قافلہ، یاشہِ کربلا

از: امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ
وسائلِ بخشش (مرمّم)، ص528

63 نیک اعمال

(نیک عمل نمبر22)



اسلام نے عورتوں کو گھر کی چار دیواری میں صرف اپنے محارم کے سامنے بناؤ سنگھار کرنے کی اجازت دی ہے اور انہیں بن سنور کر غیر مردوں کے سامنے آنا حرام اور جہنّم میں لے جانے والا کام قرار دیا ہے۔ مگر افسوس! بے پردگی و بے حیائی کی آفت نے معاشرے میں ہر طرف ڈیرے جمار کھے ہیں۔ طِب، سفر، تعلیم، بینکنگ، صحت، کھیل، تجارت، میڈیا اور ٹیلی کام وغیرہ مختلف شعبہ جات میں بے پردگی عام ہے، دُنیَوی شعبہ جات میں عوامی رہنمائی اور خدمت کا شاید ہی کوئی ایسا شعبہ ہو جہاں بے پردہ اور ماڈرن عورتیں موجود نہ ہوتی ہوں۔ اسی طرح منگنی، شادی، ولیمہ، عیدِ سعید، سالگرہ، عقیقہ، ویلنٹائن ڈے، نیو ائیر نائٹ، پکنک پارٹی، بسنت اور جشنِ آزادی وغیرہ کے مواقع پر بھی اکثر خواتین چادر اور چار دیواری کا تقدس پامال کر کے سرِ عام بے حیائی کے تمام ریکارڈز توڑتی دکھائی دیتی ہیں۔ چنانچہ بے حیائی کے اس سیلاب کے سامنے بند باندھنے کے لئے امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ نے 63 نیک اعمال کے رسالے میں یہ نیک عمل ذکر فرمایا ہے: **سوال نمبر22: آج آپ نے گھر سے باہر نکلتے وقت شرعی پردہ کیا؟**

شرعی پردے سے مراد یہ ہے کہ اعضائے ستر یعنی جن اعضا کا چھپانا شرعاً ضروری ہے ان کو چھپایا کیونکہ عورت کے سر کے بالوں کا کوئی حصہ یا بازو یا کلائی یا گلے سے پاؤں کے گٹوں کے نیچے تک جسم کا کوئی حصہ بھی بلا اجازتِ شرعی ظاہر کرنا، ایسا ٹائٹ لباس پہننا جس سے کسی عضو کی شکل وصورت یا ابھار ظاہر ہو، دوپٹا اتنا باریک اوڑھنا کہ بالوں کی سیاہی چمکے یہ سب جائز نہیں اور ایسا کرنا بے پردگی شمار ہوتا ہے جو کہ حرام ہے۔[1] کیونکہ عورت کا ہر اجنبی بالغ مرد سے پردہ ہے۔[2] اس (معاملے) میں استاذ و غیر استاذ، عالم و غیر عالم، پیر سب برابر ہیں۔[3] جبکہ سرے سے پردے کی فرضیت ہی کا انکار کفر ہے۔[4] نیز بے پردگی اللہ پاک کی ناراضی کا سبب ہے۔ معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے بعض عورتوں کے عذابات کے ہولناک مناظر دیکھے، ان میں یہ بھی تھا کہ ایک عورت بالوں سے لٹکی ہوئی تھی اور اس کا دماغ کھول رہا تھا۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کی گئی: یہ عورت اپنے بالوں کو غیر مردوں سے نہیں چھپاتی تھی۔[5]

پردہ عزت کا محافظ ہے۔ پردے کی برکت سے معاشرے کو بدکاری کی آگ سے نجات ملتی ہے۔ پردے کی برکت سے دل کو پاکیزگی اور تقویٰ جیسی نعمتیں حاصل ہوتی اور شیطانی وسوسے دور ہوتے ہیں۔ پردہ حیا پیدا کرنے کا ذریعہ ہے اور **حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے۔**[6] حجاب پہننے سے منہ اور ناک کے ذریعے لگنے والی بیماریوں مثلاً ڈسٹ الرجی، نزلہ اور دیگر وائرل ڈیسیز وغیرہ سے خواتین کو تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ پردہ کرنے سے جلد کے کینسر سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔ سر کو ڈھانپ کر رہنے والے افراد پیشانی کے امراض کا شکار کم ہوتے ہیں۔ برقع پہننے والی خواتین کی نہ صرف جلد، چہرہ، ناک منہ اور بالوں کو تحفظ حاصل ہوتا ہے، بلکہ وہ صحت کے لئے نقصان دہ وائرس اور سانس لینے اور نکالنے کے عمل، نیز اس سے متعلقہ دیگر اعضا کے امراض سے بھی محفوظ رہتی ہیں۔ جبکہ بے پردگی سے

بد نگاہی میں اضافہ ہوتا ہے اور بد نگاہی حافظے کی کمزوری اور محتاجی و تنگدستی کا سب سے بڑا سبب ہے۔ بے پردگی جھگڑوں اور بعض اوقات قتل وغارت گری کا سبب بن جاتی ہے۔

بے پردہ اور بے حیا عورتوں کا انجام بے پردہ عورتوں کا دُنیوی انجام تو ہر کوئی معاشرے میں اپنی نگاہوں سے دیکھ سکتا ہے کہ عزت دار اور باحیا طبقے میں ان کی کوئی قدر نہیں ہوتی، لوگ انہیں اپنی ہوس بھری نگاہوں کا نشانہ بناتے ہیں، ان پر آوازیں کستے اور ان سے چھیڑ خوانی کرتے ہیں، لوگوں کی نظر میں ان کی حیثیت نفس کی خواہش اور ہوس پوری کرنے کا ذریعہ ہونے کے علاوہ کچھ نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے کہ ہوس پوری ہو جانے کے بعد وہ عورت سے لاتعلق ہو جاتے ہیں اور بہت سے لوگوں نے دیکھا ہو گا کہ ایسی عورت خود طرح طرح کے خطرناک اَمراض کا شکار ہو جاتی ہے اور آخر کار عبرتناک موت سے دوچار ہو کر قبر کی اندھیر نگری میں چلی جاتی ہے، یہ تو ان کا دُنیوی انجام ہے، اب یہاں ایسی عورتوں کا اُخروی انجام بھی ملاحظہ ہو۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے: وہ عورتیں جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی، مائل کرنے والی اور مائل ہونے والی ہوں گی، ان کے سر موٹی اونٹنیوں کے کوہانوں کی طرح ہوں گے۔ یہ نہ جنت میں جائیں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی حالانکہ اس کی خوشبو بہت دور سے آتی ہو گی۔[7] غیب کی خبریں دینے والے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے صدیوں پہلے جو خبر دی وہ آج حرف بہ حرف پوری ہوتی نظر آرہی ہے اور ہمارے معاشرے کی عورتوں کا حال یہ ہے کہ وہ لباس ایسے پہنتی ہیں جس سے ان کے جسم کا کچھ حصہ ڈھکا ہوتا ہے اور کچھ ننگا ہوتا ہے، یا ان کا لباس اتنا باریک ہوتا ہے جس سے ان کے جسم کی رنگت صاف نظر آرہی ہوتی ہے، یا ان کا لباس جسم پر اتنا فِٹ ہوتا ہے جس سے ان کی جسمانی ساخت نمایاں ہو رہی ہوتی ہے تو یہ بظاہر تو کپڑے پہنے ہوئی ہیں لیکن درحقیقت ننگی ہیں کیونکہ لباس پہننے سے مقصود جسم کو چھپانا اور اس کی ساخت کو نمایاں ہونے سے بچانا ہے اور ان کے لباس سے چونکہ یہ مقصود حاصل نہیں ہو رہا، اس لئے وہ ایسی ہیں جیسے انہوں نے لباس پہنا ہی نہیں اور ان کے چلنے، بولنے اور دیکھنے کا انداز ایسا ہوتا ہے جس سے وہ لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کر رہی ہوتی ہیں اور خود کا حال بھی یہ ہوتا ہے کہ غیر مردوں کی طرف بہت مائل ہوتی ہیں، دوپٹے ان کے سر سے غائب ہوتے ہیں اور برقعہ پہننے والیاں نقاب منہ سے ہٹا کر چلتی ہیں تاکہ لوگ ان کا چہرہ دیکھیں۔ ایسی عورتوں کو اللہ پاک کے عذاب اور جہنم کی خوفناک سزاؤں سے ڈرنا چاہیے۔ اللہ پاک ہماری عورتوں کو ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے اور اپنی بگڑی حالت سدھارنے کی توفیق نصیب کرے۔ اٰمین[8]

بلاشبہ اَمیرِ اَہلِ سنّت دامت بَرَکاتُہمُ العالیہ ہمارے خیر خواہ ہیں۔ آپ فرماتے ہیں: بدقسمتی سے بے پردگی تو ایسی چپکی ہوئی ہے کہ جن بھی کیا چپکتا ہے؟ جِن کو تو پھر بھی عامل اور باباجی لوگ اُتار دیتے ہیں مگر بے پردگی کو اتارنا اتنا مشکل ہو گیا ہے کہ ہم لوگوں کے بس کا روگ نہیں ہے لیکن جسے اللہ پاک چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ الحمد للہ دعوتِ اسلامی کی برکت سے پردہ بہت عام ہو گیا ہے اور بہت سی بے پردہ عورتیں پردہ نشین خواتین بن گئی ہیں۔[9] چنانچہ شرعی پردے پر استقامت پانے کے لیے عاشقانِ رسول کی دینی تحریک دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول سے وابستہ رہئے۔ 63 نیک اعمال کے رسالے پر عمل کرنا شروع کر دیں گی تو اس کی برکتیں بھی دیکھیں گی۔ اس رسالے میں موجود سوالات کے جوابات میں ہاں (√) یا نا (0) کے ذریعے اپنی کارکردگی یا کوتاہی کا جائزہ لیجئے۔ یہ نیک اعمال کا رسالہ جنت میں لے جانے اور جہنم سے بچانے والے اعمال کا مجموعہ ہے۔

---

1 حدیقہ ندیہ، 5/144 2 پردے کے بارے میں سوال جواب، ص44 3 فتاویٰ رضویہ، 23/639 4 پردے کے بارے میں سوال جواب، ص185 5 الزواجر، 2/97، 98 ملتقطاً 6 مسلم، ص45، حدیث: 152 7 مسلم، ص906، حدیث: 5582 8 تفسیر صراط الجنان، 8/23 9 مچھلی کو ذبح کیوں نہیں کیا جاتا؟ ص12



فضیلت کا معیار تقویٰ ہے!

اُمِّ حبیبہ عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز فیضانِ اُمِّ عطار گجرات سیالکوٹ

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (پ26، الحجرات:13) ترجمہ: بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔

تفسیر

اس آیتِ مبارکہ کے شانِ نزول کے متعلق کئی روایات مروی ہیں، ان میں سے ایک روایت تفسیر نسفی میں کچھ یوں ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم مدینے شریف کے بازار سے گزر رہے تھے، وہاں آپ نے ایک حبشی غلام کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو مجھے خریدے اس سے میری یہ شرط ہے کہ مجھے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اِقتدا میں پانچوں نمازیں ادا کرنے سے منع نہ کرے۔ اس غلام کو کسی نے خرید لیا، وہ غلام بیمار ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اس کی عیادت کے لئے تشریف لائے، پھر اس کی وفات ہو گئی اور حضور اس کو دفن کرنے کے لئے تشریف لائے، اس بارے میں لوگوں نے کچھ کہا تو اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔[1]

آیت کے اس حصے میں وہ چیز بیان فرمائی جارہی ہے جو انسان کیلئے شرافت وفضیلت کا سبب ہے اور جس سے اسے اللہ پاک کی بارگاہ میں عزت حاصل ہوتی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: بے شک اللہ پاک کی بارگاہ میں تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے، بیشک اللہ پاک تمہیں جاننے والا اور تمہارے باطن سے خبر دار ہے۔[2]

یہاں بارگاہِ خداوندی میں عزت کا معیار چونکہ تقویٰ و پرہیز گاری کو قرار دیا گیا ہے، لہٰذا اس نعمت کو پانے کے لیے اس کے معنیٰ و مفہوم کو جاننا انتہائی ضروری ہے۔ چنانچہ،

مشہور مفسر حضرت علامہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ بقرہ آیت نمبر 2 کی تفسیر میں فرمایا: تقویٰ کے کئی معنی آتے ہیں: نفس کو خوف کی چیز سے بچانا اور عرفِ شرع میں ممنوعات چھوڑ کر نفس کو گناہ سے بچانا۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: متقی وہ ہے جو شرک و کبائر و فواحش سے بچے۔ بعض کا قول ہے: تقویٰ حرام چیزوں کا ترک اور فرائض کا ادا کرنا ہے۔ بعض کے نزدیک معصیت (گناہ) پر اصرار اور طاعت (عبادت) پر غرور کا ترک تقویٰ ہے۔ بعض نے کہا: تقویٰ یہ ہے کہ تیرا مولیٰ تجھے وہاں نہ پائے جہاں اس نے منع فرمایا۔ ایک قول یہ ہے کہ تقویٰ حضور اور صحابہ کی پیروی کا نام ہے۔ یہ تمام معنی باہم مناسبت رکھتے ہیں اور مآل (یعنی اصل) کے اعتبار سے ان میں کچھ مخالفت نہیں۔ تقویٰ کے مراتب بہت ہیں: عوام کا تقویٰ ایمان لا کر کُفر سے بچنا، مُتوسّطین کا اوامر و نواہی (شریعت نے جن کاموں کو کرنے یا نا کرنے کا حکم دیا ہے ان میں اللہ پاک) کی اطاعت، خواص کا ہر ایسی چیز کو چھوڑنا جو اللہ پاک سے غافل کرے۔ حضرت مُتَرجِم (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تقویٰ سات قسم کا ہے: (1) کُفر سے بچنا، یہ بفضلہٖ تعالیٰ ہر مسلمان کو حاصل ہے۔ (2) بدمذہبی سے بچنا، یہ ہر سنی کو نصیب ہے۔ (3) ہر کبیرہ سے بچنا۔ (4) صغائر سے بھی بچنا۔ (5) شبہات سے احتراز۔ (6) شہوات سے بچنا۔ (7) غیر کی طرف التفات سے بچنا، یہ اَخَصُّ الْخَواص کا منصب ہے اور قرآنِ عظیم ساتوں مرتبوں کا ہادی (راہنما) ہے۔[3]

حکیمُ الامت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ تقویٰ کے ارکان

بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تقویٰ کے دو رکن ہیں: اچھے کام کرنا، بُرے کاموں سے بچنا مگر اس کا رکن اعلیٰ بُرے کاموں سے بچنا ہے۔ عبادات آسان ہیں مگر محرمات سے پرہیز، بُرے معاملات سے بچنا بہت ہی مشکل ہے۔[4]

کسی شاعر کے قول کا مفہوم ہے: جو اللہ پاک سے ڈرتا ہے وہی فائدے والی چیز حاصل کرتا ہے۔ قبر میں انسان کے ساتھ صرف تقویٰ اور نیک عمل ہی جاتے ہیں۔[5] چنانچہ تقویٰ کی اہمیت کے پیشِ نظر کئی روایات میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ چند روایات پیشِ خدمت ہیں:

☆ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ پاک کے سامنے بندوں کو کھڑا کیا جائے گا اس حال میں کہ وہ بے ختنہ ہوں گے اور ان کی رنگت سیاہ ہو گی۔ اللہ پاک ارشاد فرمائے گا: اے میرے بندو! میں نے تمہیں حکم دیا اور تم نے میرے حکم کو ضائع کر دیا۔ تم نے اپنے نسبوں کو بلند کیا اور انہی کے سبب ایک دوسرے پر فخر کرتے رہے، آج میں تمہارے نسبوں کو حقیر و ذلیل کر رہا ہوں۔ میں ہی غالب بادشاہ ہوں۔ کہاں ہیں مُتَّقی؟ کہاں ہیں مُتَّقی؟ بے شک اللہ پاک کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔[6]

☆ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: فتحِ مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ پاک نے تم سے جاہلیت کا غرور اور ایک دوسرے پر خاندانی فخر دور کر دیا ہے۔ تو لوگ دو قسم کے ہیں: نیک اور متقی جو اللہ پاک کی بارگاہ میں قابلِ عزت ہے۔ گناہ گار اور بد بخت اللہ پاک کی بارگاہ میں ذلیل و خوار ہے۔ تمام لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور حضرت آدم کو اللہ پاک نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔[7]

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارے والد ایک ہیں۔ سن لو! کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سرخ رنگت والے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو سرخ رنگت والے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ مگر تقویٰ کی بنیاد پر۔ بے شک اللہ پاک کی بارگاہ میں تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔[8]

☆ نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے بڑھ کر ہے اور تمہارے دین کی بہترین چیز تقویٰ ہے۔[9] بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! سب سے عزت والا کون ہے؟ ارشاد فرمایا: جو لوگوں میں سب سے زیادہ متقی ہو۔[10]

حضرت اسامہ ابنِ زید کو جب حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے پہلی بار امیرِ لشکر بنایا یا جب بھی بنایا تو لوگ ان کی امارت (سرداری) پر اعتراض کرتے رہے۔ یہ طعن کرنے والے منافق اور عرب کے بدوی (صحرا یا جنگل میں رہنے والے) لوگ تھے جو حضرت زید اور حضرت اُسامہ ابنِ زید رضی اللہ عنہما کی سرداری پر اس لیے اعتراض کرتے تھے کہ یہ حضرات غلام تھے اور اہلِ عرب کبھی غلاموں کو کسی کا سردار نہیں بناتے تھے اسلام نے غُلاموں کو اُٹھا کر سردار بنا دیا۔ اسلام میں غلامی آزادی کا فرق غلط ہے یہاں ہر مومن غلام ہو یا آزاد سب برابر ہیں، عظمت تقوے سے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اپنے اس عمل سے یہ فرق توڑ دیا۔[11]

اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہمیں تقویٰ جیسی عظیم نعمت سے سرفراز فرمائے کہ حقیقت میں متقی مسلمان ہی نجات پانے والے ہیں، کیونکہ فضیلت کا معیار ہی تقوی پر ہے۔

---

1 تفسیر نسفی، ص1156 2 تفسیر صراط الجنان، 9/446 3 تفسیر خزائن العرفان، ص4 ملخصاً 4 مراۃ المناجیح، 6/634 5 منہاج العابدین، ص56 6 تاریخ بغداد، 11/337، حدیث:6172 7 ترمذی، 5/180، حدیث:3281 8 شعب الایمان، 4/289، حدیث:5137 9 معجم اوسط، 3/92، حدیث:3960 10 بخاری، 2/421، حدیث:3353 11 مراۃ المناجیح، 8/465



جادو اور اس کی اقسام (قسط4)

بنتِ کریم عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز خوشبوئے عطار واہ کینٹ

شعبدہ

جادو کی ایک قسم شعبدہ بازی بھی ہے۔ جسے نظر بندی بھی کہتے ہیں۔ لغت میں شعبدہ کا معنی ہے: جادو سے متعلق ہنر یا کھیل، نظر بندی، دھوکا، فریب، چالاکی کا مظاہرہ۔[1] اور شعبدہ باز کا معنی ہے: بھان متی، دھوکے باز، مداری، وہ بازی گر جو حیرت انگیز کرتب دکھائے۔[2] جبکہ نظر بندی کا معنی ہے: قید، حراست، شعبدہ، جادو گری۔[3]

جادو کی یہ قسم یعنی شعبدہ بازی سیکھنا سکھانا بھی ہے۔ کیونکہ حرام چیز کا علم سکھانا بھی حرام ہے۔[4] اور یہ کیوں حرام ہے، اس کے متعلق اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہِ علیہ سے سوال ہوا: حضورِ والا! اگر اِس (یعنی جادو) میں اعمالِ بد جیسے شیاطین سے اِستعانت وغیرہ نہ ہوں تو جائز ہے یا نہیں؟ ارشاد فرمایا: اعمال جس میں کچھ نہ ہوں جیسے آج کل کے بھانمتی (یعنی مداری) تماشے کرتے ہیں اس میں محض ہتھ پھیری ہوتی ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں: یہ بھی حرام ہے کہ اس میں دھوکا دینا ہے اور دھوکا دینا شریعت پسند نہیں فرماتی۔ حدیث میں ہے: مَنْ غَشَّنَا فَلَیْسَ مِنَّا[5] وہ ہم میں سے نہیں جو دھوکا دے۔[6]

یہ شعبدہ بازوں کے ہاتھ سے جو عجیب و غریب کام ظاہر ہوتے ہیں اسے استدراج کہتے ہیں۔[7] ذیل میں کچھ ایسے ہی شعبدہ بازوں کی مثالیں نقل کی جارہی ہیں:

نمرود کے شعبدے نمرود کے دروازے پر ایک درخت تھا جس کا سایہ بالکل نہ تھا۔ جب ایک شخص اس کے نیچے آتا اس کے لائق سایہ ہو جاتا، دوسرا آتا تو دو کے لائق ہو جاتا۔ غرض ایک لاکھ تک آدمی اس کے سایہ میں رہ سکتے اور جہاں ایک لاکھ سے ایک بھی زیادہ ہوا سب دھوپ میں۔ اُسی کا ایک حوض تھا۔ صبح کو لوگ آتے، کوئی اس میں پیالہ بھر کر دودھ ڈالتا، کوئی شربت، کوئی شہد، جس کو جو پسند آتا یہاں تک کہ وہ بھر جاتا اور سب چیزیں خَلط ہو (یعنی آپس میں مل) جاتیں۔ اب جس کو حاجت ہوتی پیالہ ڈالتا، جو شے جس نے ڈالی ہوتی وہی اس کے جام میں آجاتی۔ یہ کافر اور وہ بھی کیسے بڑے کافر کا استدارج تھا۔[8]

دجّال کے شعبدے فقہِ حنفی کی مشہور و معروف کتاب بہارِ شریعت میں ہے: (دجال) 40 دن میں حرمین طیبین کے سوا تمام روئے زمین کا گشت کرے گا۔ 40 دن میں، پہلا دن سال بھر کے برابر ہو گا اور دوسرا دن مہینے بھر کے برابر اور تیسرا دن ہفتہ کے برابر اور باقی دن 24، 24 گھنٹے کے ہوں گے اور وہ بہت تیزی کے ساتھ سیر کرے گا، جیسے بادل جس کو ہَوا اڑاتی ہو۔ اس کا فتنہ بہت شدید ہو گا۔ ایک باغ اور ایک آگ اُس کے ہمراہ ہوں گی جن کا نام جنت و دوزخ رکھے گا۔ جہاں جائے گا یہ بھی جائیں گی، مگر وہ جو دیکھنے میں جنت معلوم ہو گی وہ حقیقۃً آگ ہو گی اور جو جہنم دکھائی دے گا، وہ آرام کی جگہ ہو گی اور وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا، جو اُس پر ایمان لائے گا، اُسے اپنی جنت میں ڈالے گا اور جو انکار کرے گا اُسے جہنم میں داخل کرے گا، مُردے جِلائے (زندہ کرے) گا۔ زمین کو حکم دے گا وہ سبزے اُگائے گی، آسمان سے پانی برسائے گا اور اُن لوگوں کے جانور لمبے چوڑے خوب تیار اور دودھ والے ہو

جائیں گے اور ویرانے میں جائے گا تو وہاں کے دفینے شہد کی مکھیوں کی طرح دَل کے دَل (ڈھیر کے ڈھیر) اس کے ہمراہ ہو جائیں گے۔ اِسی قسم کے بہت سے شعبدے (نظر بندی کے کھیل) دکھائے گا اور حقیقت میں یہ سب جادو کے کرشمے ہوں گے اور شیاطین کے تماشے، جن کو واقعیت (حقیقت) سے کچھ تعلق نہیں، اِسی لیے اُس کے وہاں سے جاتے ہی لوگوں کے پاس کچھ نہ رہے گا۔[9]

مُسَیلِمہ کذّاب کی شعبدہ بازی

مسیلمہ کذاب لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے شعبدہ بازی بھی کرتا تھا جس کو وہ اپنا معجزہ کہتا تھا اور وہ یہ تھا کہ اس نے ایک مرغی کے بالکل تازہ انڈے کو سِرکے میں ڈال کر نرم کیا اور پھر اس کو ایک چھوٹے منہ والی بوتل میں ڈالا، انڈہ ہوا لگنے سے پھر سخت ہو گیا، بس مسیلمہ لوگوں کے سامنے وہ بوتل رکھتا اور کہتا کہ کوئی عام آدمی انڈے کو بوتل میں کس طرح ڈال سکتا ہے؟ لوگ اس کو حیرت سے دیکھتے اور اس کے کمال کا اعتراف کرنے لگتے تھے۔[10]

شعبدہ بازی کی حقیقت

شعبدہ بازی یا نظر بندی سے مراد انسان کا وہ چیز ظاہر کرنا ہے جو حقیقت میں نہ ہو۔ شعبدہ باز اپنے ہاتھ کی صفائی سے لوگوں کی نظریں پھیر دیتا ہے۔ مثلاً ایک چیز کو جلدی سے چھپا کر دوسری چیز دکھا دیتا ہے یا اسی چیز کی صورت بدل کر پیش کر دیتا ہے۔ شعبدہ باز اپنے خیال کی قوت کو لوگوں کے ذہنوں پر اثر انداز کر دیتا ہے اور جو کچھ وہ لوگوں کے دماغوں پر اثر ڈالتا ہے ان کو وہی نظر آنے لگتا ہے۔ جیسے سَراب یعنی کوئی شخص دور سے چمکتی ہوئی ریت کو دیکھے تو وہ اسے پانی دکھائی دے۔[11]

فرعون کے جادوگروں کا جادو بھی اسی قسم کا تھا۔ جیسا کہ اللہ پاک کا فرمان ہے: فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا سَحَرُوْۤا اَعْیُنَ النَّاسِ وَ اسْتَرْهَبُوْهُمْ وَ جَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۱۶﴾ (پ9، الاعراف:116) ترجمہ: جب انہوں نے ڈالیں تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور انہیں خوف زدہ کر دیا اور وہ بہت بڑا جادو لے کر آئے۔ یعنی ان جادوگروں نے اپنے پھینکے ہوئے رسوں اور لاٹھیوں کی حقیقت نہ بدلی بلکہ لوگوں کی نگاہوں پر اثر ڈال دیا کہ لوگوں کو رینگتے دوڑتے سانپ محسوس ہوئے۔[12] ایک جگہ ارشاد فرمایا: قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِیُّهُمْ یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾ (پ16، طٰہٰ:66) ترجمہ: موسیٰ نے فرمایا: بلکہ تمہی ڈالو تو اچانک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کے زور سے موسیٰ کے خیال میں یوں لگیں کہ وہ دوڑ رہی ہیں۔

اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں سے یہ اس لئے فرمایا کہ اُن کے پاس جو کچھ جادو کے مکر و حیلے ہیں پہلے وہ سب ظاہر کر لیں اس کے بعد آپ اپنا معجزہ دکھائیں اور جب حق باطل کو مٹائے اور معجزہ جادو کو باطل کر دے تو دیکھنے والوں کو بصیرت و عبرت حاصل ہو۔ چنانچہ جادوگروں نے رسیاں لاٹھیاں وغیرہ جو سامان وہ لائے تھے سب ڈال دیا اور لوگوں کی نظر بندی کر دی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ زمین سانپوں سے بھر گئی اور میلوں کے میدان میں سانپ ہی سانپ دوڑ رہے ہیں اور دیکھنے والے اس باطل نظر بندی سے مَسحور ہو گئے، اور کہیں ایسا نہ ہو کہ بعض لوگ معجزہ دیکھنے سے پہلے ہی اس نظر بندی کے گرویدہ ہو جائیں اور معجزہ نہ دیکھیں، اس وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں قوم کے حوالے سے خوف محسوس کیا۔[13]

آج کل بہت سے شعبدہ باز اس طرح کے شعبدے دکھاتے ہیں کہ انسان کا گلا کاٹ دیا پھر جوڑ دیا، انسان کو جانور بنا دیا وغیرہ۔ یہ سب نظر بندی ہوتی ہے، حقیقت نہیں۔ بعض شعبدہ باز تو نظر بندی کر کے لوگوں کو لوٹنے کا کام بھی کرتے ہیں۔ جیسا کہ مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں: بعض شعبدہ باز مٹی کو روپیہ بنا دیتے ہیں مگر پھر پیسہ پیسہ لوگوں سے مانگتے ہیں۔[14] ہم نے بعض جادوگروں کو دیکھا کہ آدمی کو چادر اوڑھا کر اس کا گلہ کاٹ دیتے ہیں اور پھر اسے اچھا خاصا کھڑا کر دیتے ہیں مگر یہ شعبدہ ہوتا ہے۔[15] ایک اسلامی بھائی نے بتایا کہ غالباً

1991 کی بات ہے۔ میں نیا نیا دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول سے وابستہ ہوا تھا اور گورنمنٹ اسکول میں بطور استاد ملازمت تھی۔ ایک دن میں اپنی کلاس میں بچوں کو پڑھا رہا تھا کہ اچانک کلاس میں ایک پُراسرار بوڑھا جس کی داڑھی کے بال آپس میں الجھے ہوئے تھے، سر ننگا تھا، بوسیدہ کپڑوں میں ملبوس، چہرے پہ چشمہ لگائے داخل ہوا اور قریب آکر کہنے لگا: بیٹا! مدینے جائے گا؟ بیٹا مدینے جائے گا؟ دعوتِ اسلامی کے ماحول کی برکت سے چل مدینہ کی خواہش تو پیدا ہو ہی چکی تھی۔ لہٰذا یہ سن کر میں اس کی جانب متوجہ ہوا۔ پُراسرار بوڑھے نے قریب آکر گفتگو کرتے کرتے سامنے رکھی کاپی میں سے کاغذ کا ایک ٹکڑا پھاڑ کر لپیٹا اور میرے ہاتھ میں دے دیا۔ میں نے اسے کھولا تو اس میں تعویذ کی طرح گہرے سُرخ رنگ کی تحریر موجود تھی، جس میں **مدینے جائے گا** وغیرہ لکھا ہوا تھا۔ میں چونکہ اس طرح نظر بندی کے واقعات سن چکا تھا، لہٰذا محتاط ہو کر کہنے لگا: بابا! بس دعا کر دیجئے۔ وہ بڑے پُراسرار انداز میں قریب آکر بولا: بیٹا! بابا کو پیسے نہیں دے گا؟ بابا دعا کرے گا۔ میری جیب میں دو روپے تھے، نکال کر دیئے تو بولا: بس! اتنے کم؟ یہ کہتے کہتے اس نے نوٹ ہاتھ میں لیا اور اوپر کی جانب لے جا کر میرا ہاتھ پکڑا اور میری ہتھیلی پھیلا کر اوپر اپنے ہاتھ سے نوٹ کو دبایا تو حیرت انگیز طور پر اس نوٹ میں سے پانی ٹپکنا شروع ہو گیا، یہاں تک کہ میری ہتھیلی پانی سے بھر گئی۔ میں نے گھبرا کر پانی نیچے گرا دیا۔ وہ مجھ سے مایوس ہو کر گھورتا ہوا ہیڈ ماسٹر کے کمرے میں جا پہنچا اور ان کے سامنے بھی شعبدے بازی کرتا رہا۔ مثلاً کنکر اٹھا کر ہیڈ ماسٹر کے منہ میں رکھا تو وہ شکر بن گئی۔ اس نے کچھ پیسے ہیڈ ماسٹر سے اور کچھ دیگر اساتذۂ کرام سے دھوکے کے ذریعے حاصل کیے اور دیکھتے ہی دیکھتے اسکول سے باہر نکلا اور غائب ہو گیا۔[16]

افسوس! مسلمانوں کی اکثریت کم علمی اور اچھے بُرے کی تمیز نہ ہونے کی وجہ سے شعبدہ دِکھانے والوں کو بھی اہلِ کرامت سمجھ بیٹھتے ہیں، چنانچہ کرامت اور اِستدراج کو بخوبی جان لینا چاہئے کہ کرامت ولی سے ظاہر ہوتی ہے اور معونت مومن نیک بندے سے۔ عام طور پر لوگوں کو معونت کا عِلم نہیں ہوتا ہر چیز کو کرامت ہی بولتے ہیں حالانکہ کرامت، معونت اور اِستدراج تینوں میں فرق ہے۔ ایسی بات جو عادتاً محال ہو، ممکن نہ ہو، یعنی عام طور پر ایسا نہ ہوتا ہو تو وہ اگر ایسے شخص سے صادِر ہو جس کی ولایت مشہور ہو تو اسے **کرامت** کہتے ہیں۔ اگر کسی کی وِلایت مشہور نہیں ہے، عام مسلمان ہے، نیک بندہ ہے فاسق نہیں ہے تو اس سے ایسی بات ظاہر ہو تو اسے **معونت** کہا جاتا ہے۔ اگر فاسق ہے، شیوڈ ہے، چھوٹی داڑھی رکھنے والا اور بے نمازی ہے یا داڑھی تو پوری ہے مگر گالیاں نکالتا، غیبتیں کرتا، لوگوں کو جھاڑتا، بے پردگیاں کرتا اور عورتوں سے ہاتھ چموا تا ہے تو اس سے کوئی ایسی چیز ظاہر ہوتی ہے تو اسے **اِستدراج** کہتے ہیں۔ اِستدراج کمال نہیں ہے، یہ تو شیطان بھی ظاہر کر دیتا ہے اور کفار بھی کرتے ہیں۔ مثلاً کولمبو میں غیر مسلموں کا کوئی مخصوص دن آتا ہے تو وہ اپنے جسم میں لوہے کی سلاخ آر پار کر کے اس میں لٹکتے ہیں۔ ظاہر ہے یہ استدراج ہے۔ اسی طرح اگر کوئی نیک بندہ نہیں ہے وہ اپنے جسم سے خون نکال دے یا اپنے آپ کو زخمی کر دے تو وہ استدراج کہلائے گا۔ جو نیک بندہ ہو گا وہ اپنے آپ کو کیوں زخمی کرے گا! اپنے جسم میں لوہے کی سلاخ کیونکر داخل کرے گا! یوں ہی بعض اوقات چرسی بھنگی قسم کے ملنگ بھی اِس طرح کے شعبدے دکھاتے ہیں تو یہ استدراج ہوتا ہے کرامات نہیں ہوتیں۔[17]

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ کرامات دیا گیا ہو یہاں تک کہ وہ ہوا پر چار زانو بیٹھ جائے تو اس سے فریب نہ کھانا جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ کرنے اور نہ کرنے والے کام، حدودِ الٰہی اور آدابِ شریعت کی حفاظت میں اس کا حال کیسا ہے۔[18]

گویا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اے لوگو! اگر تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو ولی ہونے کا دعویدار ہو اور وہ کرامات دیا گیا ہو مثلاً پانی پر چلتا ہو، مردوں کو زندہ کرتا ہو، طویل ترین سفر قلیل وقت میں طے کر لیتا ہو اور ہوا پر چار زانو بیٹھ جاتا ہو جو کہ پانی پر چلنے سے بھی زیادہ تعجب خیز ہے تو ان کرامات کے سبب اس سے فریب نہ کھانا یعنی ان کاموں کو دیکھ کر اسے ولی سمجھ بیٹھنا نہ اسے بارگاہِ الٰہی میں بلند رتبہ خیال کرنا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے یہ اس کے متعلق اللہ پاک کی خفیہ تدبیر ہو یا استدراج ہو۔ اس حیثیت سے کہ وہ بھی اس سے بے خبر ہو اور تمہیں بھی علم نہ ہو۔[19]

بندش

بندش کیا ہے؟ بندش بھی جادو کی ایک قسم ہے۔ لغت میں بندش کا معنی ہے: گرہ، بندھن، خیال، سازش، تمہید، اٹھان، داؤں، گھات، تدبیر، پیش بندی، بناوٹ، تکلف، ساخت، گھڑت، تہمت، الزام، ترتیبِ الفاظ، عبارت کی ترکیب، الفاظ کا ربط، باندھنے کا فعل یا کیفیت۔[20]

بندش سے مراد کسی چیز یا کام کو باندھ دینا یا روک دینا ہے۔ بندش میں عملیات کے ذریعے کسی چیز مثلاً کاروبار، روزگار، رشتہ، صحت، اولاد، ازدواجی معاملات وغیرہ میں رکاوٹ پیدا کر دی جاتی ہے۔

بندش کی علامات سر، کندھے اور آنکھیں بھاری رہنا، کام بالکل ٹھیک ہونا لیکن عین موقع پر آکر سب ختم ہو جانا، سستی، جمائیاں، غنودگی، دماغ کا کام نہ کرنا، یادداشت کمزور ہو جانا، ہر جگہ ہر کام میں رکاوٹ آنا اور مسلسل نقصان ہونا۔

بندش کی وجہ بندش کی ایک بڑی وجہ حسد ہے۔ حاسدین کسی کا چلتا کاروبار دیکھ کر برداشت نہیں کرتے اور اس کے کاروبار پر بندش کروا دیتے ہیں۔ اسی طرح کسی نے رشتہ مانگا اور نہ دیا تو ان سے بدلہ لینے کے لیے بھی بندش کروا دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی بندش کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔

بندش کی جائز صورتیں ناجائز تعلقات، بُری عادات، نشہ، اولاد کی نافرمانی، بیوی کی زبان درازی اور کسی کے ظلم وغیرہ جیسے بُرے کاموں کی بندش کروانا۔

کاموں میں رکاوٹ کی اصل وجہ یاد رہے! بندش اگرچہ ایک حقیقت ہے لیکن اگر کسی کا کاروبار نہیں چل رہا، رشتہ نہیں ہو رہا یا اور کوئی پریشانی ہے تو یہ ضروری نہیں کہ کسی نے بندش ہی کروا دی ہو۔ بلکہ بعض اوقات ہم نے خود ہی اپنے اوپر بندش کر دی ہوتی ہے جس کی وجہ سے ہمارے کام نہیں ہو پاتے۔ آپ خود ہی بتائیے کہ جس گھر میں اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نافرمانی کی جاتی ہو، نمازیں چھوڑی جاتی ہوں، بے پردگی کی جاتی ہو، کسی کا حق کھایا جاتا ہو، غیبتوں، چغلیوں اور بہتان تراشی کا بازار گرم کیا جاتا ہو، والدین کو ستایا جاتا ہو، گانے باجے سنے جاتے ہوں، فلمیں ڈرامے دیکھے جاتے ہوں، موبائل کا غلط استعمال ہوتا ہو تو وہاں رزق میں برکت کیسے ہو گی! وہاں بیماریاں، پریشانیاں کیسے دور ہوں گی! لہٰذا اگر گھر میں نمازوں، تلاوتِ قرآن، ذِکر و اَذکار، درودِ پاک کا اہتمام کیا جائے اور گناہوں بھرے کاموں سے بچا جائے تو ساری بندشیں اور رکاوٹیں خود ہی ختم ہو جائیں گی۔

اکثر لوگ بندش کو مذاق سمجھتے ہیں، علاج پر لاکھوں خرچ کرنے کے سالوں بعد مایوس ہو کر بالآخر انہیں یقین آنے لگتا ہے کہ مسئلہ قدرتی نہیں ہے اور یہ مسئلہ دواؤں سے حل ہونے والا نہیں، بلکہ روحانی مسئلہ ہے جو کسی مستند اور باعمل عامل ہی ہینڈل کر سکتا ہے۔ چنانچہ جب وہ علاج کی طرف آتے ہیں تو پھر افسوس بھی کر رہے ہوتے ہیں کہ کاش! اگر پہلے اپنا روحانی علاج کروا لیتے تو آج یہ دن نہ دیکھنے پڑتے۔ شاید اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اکثر لوگ ان معاملات کو سیریس لیتے ہی نہیں یا وہ ان چیزوں کی حقیقت کو تسلیم ہی نہیں کرتے، کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ کوئی جادو یا بندش کے ذریعے کسی کا رزق کیسے روک سکتا ہے؟ اس کا مطلب تو یہ ہو گا کہ اللہ

پاک تو رزق دینا چاہتا ہے مگر بندے نے جادو کر کے یا بندش لگا کر معاذ اللہ اللہ پاک کو رزق دینے سے روک دیا۔ یا پھر وہ علاج کے معاملے میں سستی کرتے ہیں یا جعلی عاملین کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں نتیجتاً ان کے معاملات مزید بگاڑ کی جانب بڑھتے چلے جاتے ہیں، مثلاً صحت بُری طرح تباہ ہو جاتی ہے، آپس میں لڑائیاں اور نااتفاقیاں ہو جاتی ہیں، گھر بک جاتے ہیں، کاروبار تباہ ہو جاتے ہیں، کھانے پینے کے لالے پڑ جاتے ہیں، بندہ کوڑی کوڑی کا محتاج ہو جاتا ہے، الغرض ہنستے بستے گھر ان معاملات کے سبب اجڑے چمن کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔ لہٰذا جادو، ٹونہ، اثرات یا بندش وغیرہ معاملات کو ڈھونگ سمجھنے کے بجائے سنجیدگی سے علاج کروایئے۔

کیا روزی کی بندش ممکن ہے؟ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی پر روزگار کی تنگی آتی ہے یا اس کے کاروبار میں کمی ہو جاتی ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ اس پر کسی نے بندش لگا دی ہے۔ کیا انسان کے پاس اتنا اختیار ہے کہ کسی کے روزگار کو بندش لگا دے اور اس کی زندگی ڈسٹرب کر دے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی نے عملیات کے ذریعے دوسرے کے کاروبار میں رُکاوٹ ڈالی تو اس کو اگرچہ بندش کہتے ہیں، مگر روزی میں تنگی کا سبب ہر صورت میں بندش ہی نہیں ہوتی لیکن اگر کسی کی روزی میں بندش کر دی جائے تو یہ بھی ممکن ہے۔ جب لوگ کسی پر کالا جادو کروا کر اس کے پورے کے پورے بدن کو بیمار کر دیتے ہیں تو کاروبار پر بھی کالا جادو بالکل کر سکتے ہیں۔ زندگی کے دیگر معاملات میں بھی رکاوٹیں ڈال سکتے ہیں۔ ان سب باتوں کا ہونا ممکن ہے لیکن ہر ایک کے ساتھ بندش ہی ہو یہ ضروری نہیں۔ آج کل توہمات بھی بہت پائے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر سے دوا لی اور فائدہ نہ ہوا تو اب بولیں گے کہ کسی نے کچھ کروا دیا ہے، جبھی دوا کا اثر نہیں ہو رہا۔ گویا ہمارے یہاں ہر دوسرے آدمی کو جادوگر بنا دیا گیا ہے حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں۔ دوا کا اثر نہ کرنا اِس بات کی دلیل نہیں کہ کسی نے عمل کروا دیا ہے۔ اپنا ذہن یہ بنانا چاہیے کہ دوا اُسی صورت میں فائدہ کرے گی جب اللہ پاک چاہے گا۔ لہٰذا اللہ پاک کی رحمت پر نظر رکھیں اور اگر واقعی بندش ہے تو پھر اس کا علاج کروائیں۔ الحمد للہ دعوتِ اسلامی کے شعبہ روحانی علاج کے بستے دنیا میں بے شمار جگہ لگتے ہیں۔ لہٰذا آپ ان بستوں سے تعویذات وغیرہ حاصل کر سکتے ہیں۔

امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ سے سوال ہوا کہ بعض لوگوں کا جادو پر یقین نہیں ہوتا جبھی ان کے ذہن میں سُوال آتا ہے کہ کوئی کسی کو کیسے بیمار کر سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: کسی کو بیمار کرنا کون سا مسئلہ ہے! اگر ڈاکو آ کر سارے گھر میں جھاڑو پھیر کر چلا جائے تو ٹینشن کے سبب گھر کا مالک بیمار ہو کر اسپتال پہنچ جاتا ہے۔ اگر دِل کمزور ہو تو ہارٹ اٹیک بھی ہو سکتا ہے۔ تو ایک بندے نے ڈکیتی مار کر گھر کے مالک کو بیمار کر دیا۔ یوں ہی اگر بندہ خود نہ آئے بلکہ ایک دھمکی آمیز فون کر دے کہ **کفن دفن کا اِنتظام کر لو، پولیس کو FIR کٹوانی ہے تو کٹوا دو، میں آ رہا ہوں، زیادہ نہیں بس ایک گولی ماروں گا۔** تو کیا خیال ہے آپ کو نیند آئے گی؟ یوں ہی اگر کوئی دھمکی دے کہ کل تمہارے بیٹے کو ہم اغوا کر لیں گے، پولیس کو بتانا ہے تو بتا دو! تو ایسی دھمکی آمیز کال کے بعد یقیناً آپ ساری رات سو نہیں سکیں گے اور اگر خدانخواستہ واقعی میں بیٹے کو اُٹھا کر لے گئے تو پھر کیا خیال ہے آپ صحت مند رہیں گے؟ صدمے اور ٹینشن کے سبب بیمار پڑ جائیں گے، اِس لیے کہ ٹینشن بیماریوں کی ماں ہے۔ کینسر وغیرہ کے مریض کو اِسی لیے نہیں بتایا جاتا۔ تو جب ایک فون کال بڑے بڑے کام کروا دیتی ہے، فون کال پر بم فٹ کرنے کا بول کر لوگ فلائٹ کینسل کروا دیتے ہیں، بڑے بڑے پلازے خالی ہو جاتے ہیں تو اِسی طرح جادو کے ذریعے اگر کوئی کسی کو بیمار کر دے تو اچنبھے کی بات نہیں۔ ہاں! یہ الگ بات ہے کہ ایسا کرنے والا گناہ گار ہو گا اور اِس طرح کا جادو کرنا بھی حرام ہے۔[21]

تِوَلَہ

جادو کی ایک قسم تِوَلَہ بھی ہے۔ اس کی وجہ سے شوہر کے دل میں عورت کی محبت ڈال دی جاتی ہے یا دھاگے پر کچھ پڑھ کر جادو کیا جاتا ہے یا کاغذ پر جادو کی کوئی چیز محبت وغیرہ کے لئے لکھی جاتی ہے ۔[22] مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تِوَلہ ایک خاص جادو کا نام ہے جو زوجین کی محبت کے لیے کیا جاتا ہے لیکن اگر آیات قرآنیہ یا ماثورہ دعاؤں سے اسی محبت کا تعویذ کیا جاوے تو بالکل جائز ہے، حضرات صحابہ کرام نے دعائے ماثورہ کے تعویذات باندھے ہیں۔[23]

البتہ شوہر اور بیوی میں جدائی ڈالنے کے لیے جادو کرنا جائز نہیں، کیونکہ ان کی جدائی ایسا بُرا کام ہے جس سے شیطان بہت زیادہ خوش ہوتا ہے۔ چنانچہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: شیطان اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے، پھر اپنے لشکر بھیجتا ہے، ان لشکروں میں ابلیس کے زیادہ قریب اُس کا دَرَجہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ فتنے باز ہوتا ہے۔ اس کے لشکر میں سے ایک آکر کہتا ہے: میں نے ایسا ایسا کیا ہے۔ تو شیطان کہتا ہے: تو نے کچھ بھی نہیں کیا۔ پھر ایک اور آکر کہتا ہے: میں نے ایک آدمی کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جُدائی نہیں ڈال دی۔ یہ سن کر ابلیس اسے اپنے قریب کر لیتا ہے اور کہتا ہے: تو بہت ہی اچھا ہے۔ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرا خیال ہے کہ فرمایا: اسے چمٹا لیتا ہے۔[24]

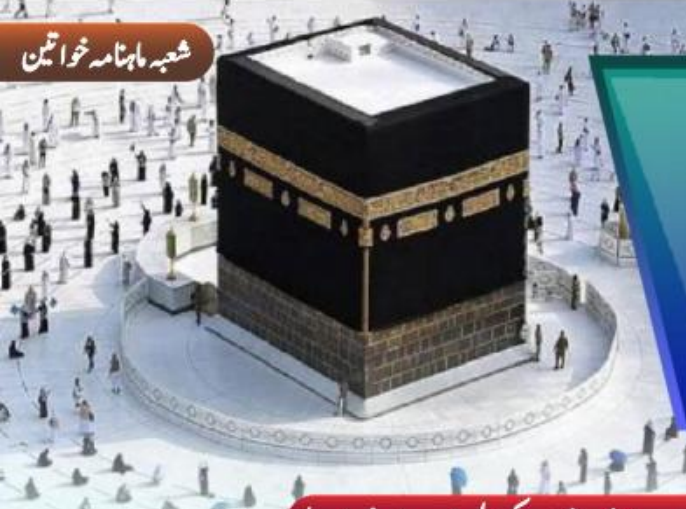
مذکورہ حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جو ناحق زوجین میں جدائی کی کوشش کرے وہ ابلیس کی طرح مجرم ہے، اس سے وہ عامل لوگ عبرت حاصل کریں جو تفریقِ زوجین کے لیے تعویذ و عملیات کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نگاہ سے ابلیس وغیرہ کوئی چیز چھپی نہیں۔ کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ حضور مشاہدہ و ملاحظہ فرما کر یہ سب کچھ فرما رہے ہیں۔[25]

نُشرَہ

نشرہ بھی جادو کی ایک قسم ہے۔ جیسا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے نُشرہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: یہ شیطانی کاموں سے ہے۔[26] مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ ایک خاص منتر کا نام ہے جو مجنون (آسیب زدہ) کے شفا کے لیے کیا جاتا ہے، یہ جادو کی ایک قسم ہے۔ نشر بمعنی پھیلنا، چونکہ یہ عمل جنات شیاطین کے پھیلنے کی بنا پر ہوتا ہے اس کو نشرہ کہا جاتا ہے۔ یہ عمل وہ ہے جسے جاہلیت کے لوگ اپنے کاہنوں ساحروں کی تعلیم سے کیا کرتے تھے، اس میں شرکیہ الفاظ ہیں لیکن اگر قرآنی آیات حضور کی بتائی ہوئیں دعاؤں سے عمل کیے جائیں دفعِ شیطان کے لیے تو جائز ہے۔ چنانچہ احمد، حاکم، ابنِ ماجہ نے بروایتِ اُبی ابنِ کعب رضی اللہ عنہ نقل فرمایا کہ ایک بدوی نے اپنے بچے کی دیوانگی کی شکایت کی تو حضور نے اس پر سورۂ فاتحہ شروعِ بقر (سورۂ بقرہ کے شروع سے) مفلحون تک آیۃ الکرسی اور سورۂ بقر کا آخری رکوع، سورۂ حشر کی آخری آیات سورۂ جنّ کی آیت وَ اَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا اور سورۂ اخلاص، فلق، ناس پڑھ کر دم فرمایا اسے فوراً ہی آرام ہو گیا، بعض صحابہ نے مجنون پر صرف سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا ہے تین دن تک۔[27]

---

1 فیروز اللغات، ص891 2 فیروز اللغات، ص891 3 فیروز اللغات، ص1431 4 الزواجر، 1/198 5 مسلم، ص64، حدیث: 283 6 ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص476 7 علم القرآن، ص187 8 ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص443 9 بہارِ شریعت، 1/120، 121، حصہ: 1 10 کتاب العقائد، ص53 11 تبیان القرآن، 7/396 ماخوذاً 12 تفسیر صراط الجنان، 3/404 13 تفسیر صراط الجنان، 6/214 14 مراۃ المناجیح، 4/67 15 مراۃ المناجیح، 7/289 16 آدابِ مرشدِ کامل، ص207 17 ٹنکی پاک کرنے کا طریقہ، ص12 18 رسالہ قشیریہ، ص129 19 حدیقہ ندیہ، 1/379 20 فیروز اللغات، ص229 21 اجتماع کے فوائد، ص8 اور 9 22 مرقاۃ المفاتیح، 8/318، تحت الحدیث: 4552 23 مراۃ المناجیح، 6/236 24 مسلم، ص1158، حدیث: 7106 25 مراۃ المناجیح، 1/85 26 ابوداود، 4/9، حدیث: 3868 27 مراۃ المناجیح، 6/237



حشر کے دن سایۂ عرش پانے والے (قسط25)

گزشتہ سے پیوستہ گزشتہ دو قسطوں میں 28 ایسے افراد کا ذکر ہو چکا ہے جنہیں قیامت کے دن اللہ پاک کے عرش کا سایہ نصیب ہو گا اور وہ افراد یہ ہیں: ❶عادل حکمران ❷جوانی عبادت میں گزارنے ❸مسجدوں سے دل لگانے ❹رضائے الٰہی کے لئے باہم محبت کرنے ❺دعوتِ گناہ سے باز رہنے ❻پوشیدہ صدقہ کرنے ❼تنہائی میں رب کو یاد کر کے رونے ❽اپنی قوم کی حفاظت کرنے ❾قرض معاف کرنے ❿قرض دار کو مہلت دینے ⓫کسی ناسمجھ کے ساتھ تعاون کرنے ⓬مجاہدین کی مدد کرنے ⓭مکاتب غلام کی آزادی میں اس کی مدد کرنے ⓮مسلمانوں پر نرمی کرنے والے ⓯غازی کے سر پر سایہ کرنے والے ⓰بھوکے کو کھانا کھلانے ⓱سچا تاجر ⓲، ⓳یتیم یا بیوہ کی کفالت کرنے ⓴اچھے اخلاق سے پیش آنے ㉑غم کھانے والے ㉒بچے کی موت پر صبر کرنے والیاں ㉓اپنے یتیم بچوں کی خاطر آگے شادی نہ کرنے والیاں ㉔بچے کی موت پر تعزیت و غم خواری کرنے ㉕اچھی مہمان نوازی کرنے ㉖عادل بادشاہ کو نصیحت کرنے ㉗صلہ رحمی کرنے اور ㉘یقین رکھنے والے۔ اس قسط میں مزید ان افراد کا ذکرِ خیر ہو گا جو قیامت کے دن سایۂ عرش میں ہوں گے:

دشواری میں وضو کرنے والے یقیناً سردی، تھکن یا نزلہ زکام، دردِ سر اور بیماری میں وُضو کرنا دشوار ہوتا ہے مگر پھر بھی کوئی ایسے وقت وُضو کرے جبکہ وُضو کرنا دشوار ہو تو اس کو بحکمِ حدیث دُگنا ثواب ملے گا۔[1] بلکہ ایک روایت کا مفہوم ہے کہ جب وضو کرنا دشوار ہو تو اس وقت وضو کرنے کی برکت سے قیامت کے دن اللہ پاک کے عرش کا سایہ نصیب ہو گا۔[2]

اندھیرے میں مسجد کی طرف جانے والے مساجد سے محبت کرنے والوں کے متعلق بیان ہو چکا ہے کہ وہ قیامت کے دن عرش کے سائے میں ہوں گے، جبکہ وہ لوگ جو اندھیری راتوں میں مساجد کی طرف چل کر جاتے ہیں، وہ بھی قیامت کے دن عرش کے سائے میں ہوں گے۔[3]

حق کو قبول کرنے اور سوال پورا کرنے والے حضور نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ قیامت کے دن سب سے پہلے کن لوگوں کو عرش کا سایہ نصیب ہو گا؟ عرض کی: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ جن کے سامنے حق پیش کیا جاتا ہے تو اس کو قبول کرتے ہیں، جب ان سے سوال کیا جاتا ہے تو عطا کرتے ہیں اور لوگوں کے حق میں فیصلے اس طرح کرتے ہیں جیسا اپنے حق میں فیصلہ کرتے ہیں۔[4]

بھوکا رہنے والے دنیا میں بھوکا رہنے والوں کی روحیں اللہ کریم خود قبض فرماتا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب غائب ہو جائیں تو تلاش نہیں کئے جاتے، اگر موجود ہوں تو پہچانے نہیں جاتے، دنیا میں چھپے ہوئے مگر آسمانوں میں مشہور ہوتے ہیں، جب جاہل انہیں دیکھتے ہیں تو انہیں بیمار گمان کرتے ہیں حالانکہ انہیں کچھ بیماری نہیں ہوتی بلکہ خوفِ خدا کے سبب ان کی یہ حالت ہوتی ہے، بروزِ قیامت وہ عرشِ الٰہی کے سائے میں ہوں گے کہ جس دن اس کے سوا دوسرا کوئی سایہ نہ ہو گا۔[5]

ایک روایت میں ایسے لوگوں کے متعلق مروی ہے کہ اللہ پاک کے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں طویل عرصہ تک بھوک، پیاس اور خوف میں مبتلا رہے، وہ

بے عیب اور دنیا والوں سے ایسے چھپے ہوئے کہ جب حاضر ہوں تو قریب نہ کئے جائیں اور غائب ہوں تو انہیں تلاش نہ کیا جائے۔[6] ایک روایت میں ہے کہ ایسے لوگ ہدایت کے امام (یعنی نمونے اور مثالیں) اور علم کی چابیاں ہوتے ہیں۔[7]

زاہد یعنی دنیا سے منہ موڑنے والے لوگ دنیا میں زہد و تقویٰ اختیار کرنے والے لوگ کل (بروزِ قیامت) اللہ پاک کے قرب میں ہوں گے۔ امام سیوطی فرماتے ہیں: اس حدیثِ پاک میں عرش کا سایہ پانے والے کی طرف اشارہ موجود ہے۔[8]

تلاوتِ قرآن کرنے والے قیامت کے دن عرش کے سائے تلے جو تین چیزیں ہوں گی ان میں سے ایک قرآنِ پاک بھی ہے، یہ بندوں کی طرف سے وکالت کرے گا۔[9] چنانچہ ایک روایت میں ہے: وہ شخص جس نے چھوٹی عمر میں قرآنِ پاک سیکھا اور اپنے بڑھاپے تک اس کی تلاوت کرتا رہا اللہ پاک اس کو قیامت کے دن اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا۔[10] اور ایک روایت میں ہے کہ حاملینِ قرآن بروزِ قیامت انبیا و اولیا کے ساتھ عرش کے سائے میں ہوں گے جس دن اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہو گا۔[11]

راہِ خدا میں کسی کی ملامت سے نہ ڈرنے والے جب لوگوں کا حساب ہو رہا ہو گا تو وہ شخص عرش کے سائے میں امن کے ساتھ گفتگو کر رہا ہو گا جسے اللہ پاک کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت نہ روکے۔[12]

اپنا ہاتھ حرام کی طرف نہ بڑھانے والے لوگوں کے حساب کے وقت وہ شخص بھی عرش کے سائے میں امن کے ساتھ گفتگو کر رہا ہو گا جو اپنے ہاتھ کو حرام کی طرف نہ بڑھائے۔[13]

سود اور رشوت سے بچنے والے رشوت اور سود بھی اگرچہ ہاتھ کی کمائی ہیں، مگر ان سے بچنے والوں کا تذکرہ خاص طور پر الگ سے روایات میں ملتا ہے، مثلاً ایک روایت میں ہے: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: یا اللہ! حظیرۃ القدس (یعنی جنت) میں کون تیرے قرب میں رہے گا اور اس دن کون تیرے عرش کے سائے میں ہو گا جس دن تیرے (عرش کے) سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہو گا؟ تو اللہ پاک نے جن لوگوں کا ذکر فرمایا ان میں سے وہ لوگ بھی ہوں گے جو اپنے مال میں سود طلب کرتے ہیں نہ اپنے فیصلوں پر رشوت لیتے ہیں۔[14] یہی نہیں بلکہ ایک روایت میں ہے کہ جس شخص کی کمائی میں کبھی سود داخل نہ ہوا اسے قیامت کے دن اللہ پاک سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہو گا۔[15]

حرام چیزوں کو نہ دیکھنے والے جب لوگوں کا حساب ہو رہا ہو گا تو وہ شخص بھی عرش کے سائے میں امن کے ساتھ گفتگو کر رہا ہو گا جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کی طرف نظر نہ کرے۔[16] کھیل کود کا باعث بننے والے آلاتِ موسیقی بھی چونکہ اللہ پاک نے حرام قرار دیئے گئے ہیں، لہٰذا ان کا ایک روایت میں خاص طور پر ذکر فرمایا کہ ان سے بچنے والوں کا مرتبہ یہ ہو گا کہ بروزِ قیامت اللہ پاک ارشاد فرمائے گا: کہاں ہیں وہ لوگ جو اپنے کانوں اور آنکھوں کو شیطانی مزامیر سے دور رکھتے تھے؟ ان کو دوسروں سے الگ کر دو۔ پس انہیں مشک و عنبر کے ٹیلوں پر الگ کر دیا جائے گا، پھر اللہ فرشتوں کو حکم فرمائے گا: ان کو میری تسبیح و تمجید سناؤ۔ تو وہ ایسی آواز میں تسبیح بیان کریں گے کہ سننے والوں نے اس جیسی آواز کبھی نہ سنی ہو گی۔[17]

بدکاری سے بچنے والے جن لوگوں کی آنکھیں کبھی بدکاری کی طرف نہ اٹھیں وہ بھی سایۂ عرش میں ہوں گے۔[18] بلکہ ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے کبھی اپنے دل میں بھی بدکاری کے متعلق نہ سوچا ہو گا اسے قیامت کے دن اللہ پاک سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہو گا۔[19]

عیادت کرنے والے بروزِ قیامت بیماروں کی عیادت کرنے والے بھی سایۂ عرش میں ہوں گے۔[20] ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن ایک پکارنے والا پکارے گا: کہاں ہیں وہ لوگ جو دنیا میں مریضوں کی عیادت کرتے تھے؟ پس (جب وہ حاضر ہوں گے تو) انہیں نور کے منبروں پر بٹھایا جائے گا جہاں یہ

اللہ پاک سے شرفِ کلام حاصل کریں گے جبکہ لوگ حساب دے رہے ہوں گے۔[21] امام سیوطی اپنی کتاب تمہید الفرش میں یہ روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: اس حدیث پاک میں سایہ عرش پانے کی طرف اشارہ ملتا ہے۔[22]

وقت پر نماز پڑھنے والے بے شک اللہ پاک کے نزدیک محبوب ترین بندے سورج اور چاند کی رعایت کرنے (یعنی نمازوں کے اوقات کا خیال رکھنے) والے ہیں۔[23] اور ایک روایت میں ہے کہ دن میں سورج کی رعایت کرنے والا قیامت کے دن اللہ پاک کی رحمت کے سائے میں ہو گا۔[24]

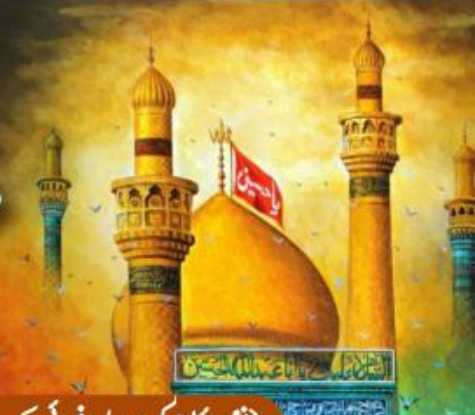
روزے دار کے لئے دستر خوان بچھائے جائیں گے روزے داروں کے منہ سے مشک کی خوشبو آئے گی، بروزِ قیامت ان کے لئے عرش کے سائے میں دستر خوان لگایا جائے گا تو وہ اس سے کھائیں گے جبکہ دوسرے لوگ سختی میں ہوں گے۔[25] ایک روایت میں ہے: روزے داروں کے لئے عرش کے نیچے ہیرے جواہرات سے جڑے ہوئے سونے کا دستر خوان بچھایا جائے گا، اس پر جنت کے انواع واقسام کے کھانے، مشروبات اور پھل ہوں گے، پس روزے دار کھائیں پئیں گے اور لذت حاصل کریں گے جبکہ لوگ حساب کی سختی میں ہوں گے۔[26] ایک قول کے مطابق اس دن سورج لوگوں کے سروں پر کچھ گز کے فاصلے پر ہو گا، جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے، لوگوں پر جہنم کی گرمی اور لُو چل رہی ہو گی اور جہنم کے جھونکے ان پر آتے ہوں گے یہاں تک کہ لوگوں کے پسینے کی وجہ سے زمین مردار سے بھی زیادہ بدبودار ہو جائے گی، جبکہ روزے دار عرشِ الٰہی کے سائے میں ہوں گے۔[27]

محبتِ مولیٰ علی حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے بروزِ قیامت سب سے پہلے عرش کا سایہ پانے والوں کو خوشخبری سنائی تو عرض کی گئی: یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! وہ کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: اے علی! جو لوگ تمہاری پیروی کرتے اور تم سے محبت کرتے ہیں۔[28]

سورۃ الانعام اور 40 ہزار فرشتے حضرت عبدُ اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جس نے صبح کی نماز میں **سورہ انعام** کی ابتدائی تین آیات وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ تک تلاوت کیں تو 40 ہزار فرشتے اس کی طرف نازل ہوں گے، جن کے اعمال کی مثل اس کے نامہ اعمال میں اجر لکھا جائے گا اور سات آسمانوں کے اوپر سے ایک فرشتہ نیچے آئے گا جس کے پاس لوہے کا ہتھیار ہو گا، پس اگر شیطان اس کے دل میں کوئی وسوسہ ڈالنا چاہے گا تو وہ فرشتہ اس شیطان کو ایک ضرب لگائے گا جس سے اس شخص اور شیطان کے درمیان 70 پردے حائل ہو جائیں گے، پھر جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ پاک اس سے فرمائے گا: میں تیرا رب ہوں اور تو میرا بندہ ہے۔ میرے عرش کے سائے میں چل، حوضِ کوثر سے سیراب ہو، نہرِ سلسبیل سے غسل کر اور جنت میں بغیر کسی حساب وعذاب کے داخل ہو جا۔[29]

---

1 معجم اوسط، 4/ 106، حدیث: 5366 ماخوذاً 2 جامع صغیر، ص 206، حدیث: 3425 3 ترغیب و ترہیب، 2/ 38، حدیث: 22 4 مسند امام احمد، 40/ 440، حدیث: 24349 5 مسند الفردوس، 1/ 409، حدیث: 1654 6 مسند حارث، 1/ 432، حدیث: 347 7 معجم کبیر، 20/ 37، حدیث: 53 8 تمہید الفرش، ص 57 9 نوادر الاصول، 5/ 391، حدیث: 1261 10 مشیخۃ ابن شاذان الصغری، ص 31، حدیث: 32 11 جامع صغیر، ص 25، حدیث: 311 12 جامع صغیر، ص 215، حدیث: 3549 13 جامع صغیر، ص 215، حدیث: 3549 14 شعب الایمان، 4/ 392، حدیث: 5513 15 حلیۃ الاولیاء، 3/ 302، حدیث: 4026 16 جامع صغیر، ص 215، حدیث: 3549 17 الزھد لابن مبارک، الجزء الرابع، ص 12، رقم: 43 18 شعب الایمان، 4/ 392، حدیث: 5513 19 حلیۃ الاولیاء، 3/ 302، حدیث: 4026 20 آخرت کے حالات، ص 153 21 الترغیب فی فضائل الاعمال، ص 138، حدیث: 480 22 تمہید الفرش، ص 63 23 کتاب الزھد للامام احمد، ص 166، حدیث: 770 24 جامع صغیر، ص 216، حدیث: 3556 25 موسوعۃ لابن ابی الدنیا، 4/ 102، حدیث: 139 26 مسند الفردوس، 5/ 490، حدیث: 8853 27 موسوعۃ لابن ابی الدنیا، 6/ 211، حدیث: 188 28 شرح زرقانی علی المؤطا، 4/ 469، تحت الحدیث: 1841 29 تفسیر درمنثور، 3/ 245



حضور کی اہلِ بیت سے محبت

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 25ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم واضافے کے بعد پیش کئے جارہے ہیں)

اُمِّ مشکوۃ (درجہ: ثالثہ، جامعۃ المدینہ گرلز گلبہار سیالکوٹ)

حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اہلِ قرابت اور اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم سے محبت اور عقیدت و احترام سعادت مندی اور خوش نصیبی کی پہچان ہے۔ تمام اُمّتِ مسلمہ پر ان پاکیزہ ہستیوں کی محبت و تعظیم ضروری ہے۔ ان سے بغض و عداوت، نفرت و عناد اور ان کی توہین و تنقیص بد نصیبی، دنیا و آخرت میں نقصان کا سبب اور اللہ پاک کے قہر و غضب کے نازل ہونے کا باعث ہے، لہٰذا جس رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ہمیں ایمان جیسی دولت، خدا کی پہچان اور دوسری تمام نعمتوں کو پانے کی راہیں بتائی ہیں ہمیں چاہئے کہ ہم آپ کے اہلِ بیت سے خوب پیار و محبت اور حُسنِ سلوک سے پیش آئیں، نیز ان کی محبت کا چراغ اپنے دلوں میں جلائیں۔ حضور اپنے اہلِ بیت سے کس قدر محبت فرماتے تھے اس کا اندازہ ان احادیثِ مبارکہ کو پڑھ کو لگایا جاسکتا ہے:

(1) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: میں تم میں وہ چیز چھوڑتا ہوں کہ اگر تم اسے تھامے رہو تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے۔ ان میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے: (1) اللہ پاک کی کتاب جو آسمان سے زمین تک لمبی رسی ہے اور (2) میری عترت یعنی میرے اہلِ بیت۔ یہ دونوں جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض پر آ جائیں۔ لہٰذا غور کرو! تم ان دونوں سے میرے بعد کیا معاملہ کرتے ہو![1]

(2) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک سے محبت رکھو کیونکہ وہ تمہیں اپنی نعمتوں میں سے روزی دیتا ہے۔ اللہ پاک سے محبت کے لئے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کے لئے میرے اہلِ بیت سے محبت رکھو۔[2]

(3) حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: میں اپنی اُمّت میں سب سے پہلے جس کی شفاعت کروں گا وہ میرے اہلِ بیت ہیں۔[3]

(4) امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: میری شفاعت میرے ان اُمتیوں کے لئے ہے جو میرے اہلِ بیت سے محبت کرتے ہیں۔[4]

(5) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حضرت علی، فاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم سے فرمایا: میں ان سے لڑنے والا ہوں جو تم سے لڑے اور میں ان سے صلح کروں گا جو تم سے صلح کرے۔[5]

اللہ پاک ہمیں اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کی محبت میں جینا مرنا اور روزِ محشر اٹھنا نصیب فرمائے۔

آمین بجاہِ النبی الامین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

بنتِ سید ابرار حسین
(درجہ: خامسہ، جامعۃ المدینہ گرلز پاکپورہ سیالکوٹ)

اہلِ بیت کے معنی ہیں: گھر والے۔ ہمارے پیارے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اہلِ بیت اطہار کی 3 قسمیں ہیں:

1-اہلِ بیتِ ولادت وہ اہلِ بیت جو حضور کی اولاد میں سے ہوں۔ جیسے حضرت فاطمہ اور امام حسن و حسین۔

2-اہلِ بیتِ نسب جو پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے نسب میں داخل ہیں(نہ کہ وہ لوگ جنہوں نے اسلام میں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مدد نہ کی۔)اہلِ بیتِ نسب میں امیر المومنین حضرت علی، حضرت جعفر و عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل ہیں۔

3-اہلِ بیتِ مسکن وہ اہلِ بیت جو نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے گھر میں رہنے والے اور آنے جانے والے ہوں۔ جیسے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ۔

یاد رہے! پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مقدس بیویاں رضی اللہ عنہن بھی اہلِ بیتِ اطہار میں شامل ہیں۔[6]

ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم تمام جہان والوں کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے۔ لہٰذا آپ نے اپنی رحمت اور محبت و الفت سے اپنی اُمت کے ساتھ ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی خوب نوازا اور ان سے محبت کر کے ہمیں بھی اپنے گھر والوں، آل اولاد سے محبت و شفقت کا انداز اپنانے کا عملی نمونہ عطا فرمایا۔ آپ کی اپنے اہلِ بیت سے محبت کی جھلکیاں احادیثِ مبارکہ میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں چند احادیثِ مبارکہ پیشِ خدمت ہیں:

اہلِ بیت میں سب سے پیارا کون؟ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اپنے اہلِ بیت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سب سے پیاری تھیں۔ چنانچہ جب سفر پر جایا کرتے تو آخیر میں آپ سے مل کر جاتے۔ جب واپس آتے تو سب سے پہلے آپ سے ملتے۔[7]

حضرت مِسْوَر بن مَخْرَمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جس نے انہیں ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔[8] ایک اور روایت میں ہے: جو چیز انہیں پریشان کرے وہ مجھے پریشان کرتی ہے اور جو انہیں تکلیف دے وہ مجھے ستاتا ہے۔[9]

حسنینِ کریمین سے محبت حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور سے پوچھا گیا: اہلِ بیت میں آپ کو زیادہ پیارا کون ہے؟ ارشاد فرمایا: حسن و حسین۔ حضور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے تھے کہ میرے پاس میرے بچوں کو بلاؤ! پھر انہیں سونگھتے اور اپنے ساتھ لپٹاتے تھے۔[10] حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔[11]

حضرت اُسامہ و حسن سے محبت حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم انہیں اور امام حسن کو پکڑ کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے تھے: الٰہی میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تُو بھی ان سے محبت کر۔[12] ایک روایت میں ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم مجھے پکڑ کر اپنی ایک ران پر اور حسن ابنِ علی رضی اللہ عنہ کو دوسری ران پر بٹھا لیتے تھے۔ پھر دونوں کو لپٹا کر فرماتے: الٰہی! ان دونوں پر رحم فرما کہ میں ان پر رحم کرتا ہوں۔[13]

اپنی نواسی سے محبت ہمارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اپنی نواسی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت تھی۔ نماز میں بھی ان کو اپنے کندھے پر رکھ لیتے، جب رکوع کرتے تو اتار دیتے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے تو پھر سوار کر لیتے۔ ایک بار نجاشی نے حضور کی خدمت میں ایک جوڑا بھیجا جس میں ایک سونے کی انگوٹھی تھی، انگوٹھی کا نگینہ حبشی تھا۔ حضور نے وہ انگوٹھی حضرت اُمامہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائی۔[14]

اللہ کریم ہمیں پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کرنے، سمجھنے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیں حضور کا حقیقی عشق عطا فرمائے اور عافیت کے ساتھ آپ کی سنتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہِ خاتمِ النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 ترمذی، 5/434، حدیث:3813 2 ترمذی، 5/434، حدیث:3814 3 معجم کبیر، 12/321، حدیث:13550 4 تاریخ بغداد، 2/144، حدیث:563 5 ترمذی، 5/466، حدیث:3896 6 تفسیر قرطبی، 7/134، جزء:14 7 مراٰۃ المناجیح، 6/133 8 بخاری، 2/550، حدیث:3767 9 مسلم، ص 1021، حدیث: 6307 10 ترمذی، 5/428، حدیث:3797 11 بخاری، 2/547، حدیث:3753 12 بخاری، 2/543، حدیث:3735 13 بخاری، 4/101، حدیث:6003 14 شرح زرقانی مع مواہب لدنیۃ، 4/321



حضرت یونس علیہ السلام کے معجزات و عجائبات (قسط 2)

ایسی جگہ جہاں کسی نے سجدہ نہ کیا مچھلی آپ کو لے کر دریا کی تہہ میں اپنی جگہ پر آگئی اچانک (آپ نے دیکھا کہ) یہاں کا پانی، ریت اور ہر چیز اللہ پاک کا ذکر کرنے لگی[1] یہ دیکھ کر آپ نے رب کی بارگاہ میں عرض کی: تیری عزت کی قسم! میں تیرے لئے اس جگہ کو سجدہ گاہ بناؤں گا جسے مجھ سے پہلے کسی نے سجدہ گاہ نہ بنایا ہو گا۔ پھر آپ نے مچھلی کے پیٹ میں ہی عبادت کرنی شروع کر دی۔[2] آپ مچھلی کے پیٹ میں اللہ پاک کی تعریف و حمد کرتے رہتے اور عرض کرتے: الٰہی تو نے مجھے پہاڑوں سے اتارا، شہروں کی سیر کروائی، مجھے رات، پانی اور مچھلی کے پیٹ کے تین اندھیروں میں قید فرمایا۔ الٰہی! تو نے مجھے ایسی آزمائش میں مبتلا فرمایا کہ جس میں مجھ سے پہلے کسی کو مبتلا نہیں فرمایا۔[3] تفسیر نسفی میں ہے کہ جب حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں تشریف لائے تو انہیں کئی قسم کی تاریکیوں کا سامنا ہوا، جیسے رات کی تاریکی، سمندر کی تاریکی اور مچھلی کے پیٹ کی تاریکی، ان اندھیروں میں آپ نے اپنے رب سے عرض کی: لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۚ (پ17، الانبیاء:87) ترجمہ: تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہر عیب سے پاک ہے، بیشک مجھ سے بے جا ہوا۔ کہ میں تیری اجازت پانے سے پہلے ہی اپنی قوم سے جدا ہو گیا۔[4] مفسرین فرماتے ہیں: تم آسانی کے وقت اللہ پاک کا ذکر کرو وہ تمہیں مصیبت کے وقت یاد کرے گا کیونکہ حضرت یونس علیہ السلام اللہ پاک کے نیک بندے اور اللہ کا ذکر کرنے والے تھے، جب وہ مچھلی کے پیٹ میں گئے تو اللہ نے ان کے متعلق فرمایا: فَلَوْ لَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ ۙ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۙ (پ23، الصفت:143، 144) ترجمہ: تو اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا تو ضرور اس دن تک اس مچھلی کے پیٹ میں رہتا جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے۔ جبکہ فرعون سرکش اور اللہ کو بھولنے والا تھا، لہٰذا جب وہ ڈوبنے لگا اور بولا: میں اِس بات پر ایمان لایا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔ تو اللہ نے ارشاد فرمایا: آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ (پ11، یونس:91) ترجمہ: کیا اب (ایمان لاتے ہو؟) حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمان رہا۔[5]

مچھلی کے پیٹ میں قید کرنے کی حکمتیں مفسرینِ کرام نے حضرت یونس علیہ السلام کے مچھلی کے پیٹ میں جانے کی مختلف حکمتیں بیان کی ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں: ☆ جب حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ پاک نے مچھلی کے پیٹ میں پہنچایا تو اللہ پاک کا ذکر اندھیرے کا چراغ بنا، ذکرِ الٰہی سے آپ علیہ السلام کو اُنس و محبت نصیب ہوتا تھا۔ بظاہر مچھلی کا پیٹ آپ کے لئے ایک آزمائش تھی لیکن در حقیقت وہاں آپ کو بارگاہِ الٰہی کی خلوت نصیب ہوئی تھی یعنی اللہ پاک نے چاہا کہ آپ کو غیروں سے اوجھل کر کے راز و نیاز کی باتیں سنائے، اس کی مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جنہیں نارِ نمرود میں راز و نیاز کا موقع ملا، یوں ہی حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو غارِ ثور میں حضور کے ساتھ راز و نیاز کا موقع نصیب ہوا۔[6] ☆ حضرت یونس نے مچھلی کے پیٹ میں ذکرِ الٰہی کی کثرت کی اور آیتِ کریمہ کی برکت سے نجات ملی، اگر آپ ایسا نہ کرتے تو ضرور قیامت کے دن تک اس مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔[7] ☆ جب حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ پاک سے دعا کرنے کا خیال آیا تو آپ نے یوں دعا مانگی: اَللّٰهُمَّ لَا اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ

مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ یہ دعا عرش کے نیچے حاضر ہوئی تو فرشتوں نے عرض کی: اے مالک و مولیٰ! یہ جانی پہچانی کمزور آواز تو اجنبی شہروں سے آ رہی ہے! اللہ پاک نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ کس کی آواز ہے؟ عرض کی: اے رب کریم! وہ کون ہے؟ ارشاد فرمایا: وہ میرا بندہ یونس ہے۔ فرشتوں نے عرض کی: کیا یہ تیرے وہی بندے نہیں جن کے مقبول عمل اور مقبول دعائیں ہمیشہ تیری بارگاہ میں پیش ہوتی ہیں! اے رب! کیا ان پر ان معاملات کی وجہ سے رحم نہیں کیا جانا چاہئے جو وہ خوش حالی کی حالت میں کرتے تھے! انہیں مصیبت سے نجات عطا فرما۔ اللہ پاک نے ان کی سفارش کو قبول فرما کر مچھلی کو حکم فرمایا تو اس نے آپ کو باہر نکال دیا۔[8] جبکہ تاریخِ ابنِ عساکر میں ہے کہ جب آپ نے دعا مانگی تو فرشتوں نے آپ کے رونے کی آواز سے آپ کو پہچان لیا تو وہ بھی آپ کے رونے کی وجہ سے رونے لگے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے ہمارے رب! اجنبی جگہ سے سنائی دینے والی غمگین و کمزور آواز کو ہم پہچانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ہاں! وہ میرا بندہ یونس ہے۔ فرشتوں نے عرض کی: کیا ہر دن رات تیرے اس بندے کے کثیر نیک اعمال تیری بارگاہ میں پیش نہیں ہوتے؟ ارشاد فرمایا: ہاں۔ حضرت ابنِ عباس فرماتے ہیں: یہ اللہ پاک کی طرف سے اپنے دوستوں کے لئے آزمائش ہے تو سوچو! اس کے دشمنوں کا انجام کیسا بُرا ہو گا! بہر حال فرشتوں کی سفارش مقبول ہوئی اور اللہ پاک نے حضرت جبریل کو مچھلی کی طرف یہ حکم دے کر بھیجا کہ وہ حضرت یونس کو باہر نکال دے۔ حکم پاکر مچھلی آپ کو لے کر دریائے دجلہ کے کنارے پر آ گئی۔ حضرت جبریل مچھلی کے نزدیک آئے اور حضرت یونس کو سلام عرض کیا تو آپ علیہ السّلام ان کی آواز سن کر خوش ہو گئے اور انہیں خوش آمدید کہا، پھر حضرت جبریل نے مچھلی کو اللہ پاک کا حکم پہنچایا تو اس نے آپ کو فوراً اگل دیا، آپ اس چوزے کی طرح تھے جس کے جسم پر کوئی پر نہیں ہوتا۔ پھر حضرت جبریل نے آپ کو گود میں لے لیا۔[9]

تفسیر قرطبی کے مطابق مچھلی نے آپ کو عراق کے مشہور شہر مَوْصِل کے ایک دیہات[10] جبکہ تفسیر روح البیان کے مطابق عراق کے شہر نَصِیْبَیْن کے ساحل پر اگلا۔[11] ایک قول کے مطابق جب مچھلی کو حکم ملا تو اس نے محض حکمِ ربانی کی تکمیل کے لئے آپ کو باہر نکالا ورنہ وہ اللہ پاک کے ذکر سے مانوس ہو چکی تھی۔[12]

آیتِ کریمہ کے فضائل حضرت یونس علیہ السّلام نے جن الفاظ سے دعا مانگی تھی، اسے عرف میں آیتِ کریمہ کہا جاتا ہے، اس کے فضائل میں سے چند پیشِ خدمت ہیں: ☆ حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں جو دعا مانگی تو جو مسلمان ان کلمات کے ساتھ کسی چیز کی دعا مانگے تو اللہ پاک اس دعا کو قبول فرماتا ہے۔[13] ☆ جب تم میں سے کسی شخص پر کوئی مصیبت یا دنیا کی کوئی بلا نازل ہو تو وہ حضرت یونس کی دعا یعنی آیتِ کریمہ کے ذریعے دعا کرے تو اس کی مصیبت و بلا دور ہو جائے گی۔[14] ☆ جو مسلمان بیماری کی حالت میں 40 مرتبہ آیتِ کریمہ کے ساتھ دعا مانگے، پھر وہ اس مرض میں فوت ہو جائے تو اسے شہید کا اجر دیا جائے گا اور اگر تندرست ہو گیا تو اس کے تمام گناہ بخشے جا چکے ہوں گے۔[15]

تفسیر نورُ العرفان میں ہے: اس آیت میں یہ تاثیر ہے کہ اس کے ورد سے اڑی مشکلات آسان ہو جاتی ہیں کیونکہ پیغمبر کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ تاثیر رکھتے ہیں۔ اس دعا کی برکت سے آپ کو مچھلی کے پیٹ میں روشنی اور ہوا ملی۔[16]

---

1 کتاب العظمۃ للاصبہانی، ص455، رقم:1250 2 تاریخ ابن عساکر، 74/286 3 تاریخ ابن عساکر، 74/285 4 تفسیر نسفی، ص724 5 تفسیر کبیر، 9/357 6 تفسیر روح البیان، 7/488 7 تفسیر خازن، 4/27 8 تفسیر طبری، 10/528، رقم:29601 9 تاریخ ابن عساکر، 74/286 10 تفسیر قرطبی، 8/94، جزء:15 11 تفسیر روح البیان، 7/488 12 الانس الجلیل، 1/266 13 ترمذی، 5/302، حدیث:3516 ملخصاً 14 مستدرک، 2/183، حدیث:1907 ملخصاً 15 مستدرک، 2/184، حدیث:1908 16 تفسیر نور العرفان، ص525



شرح سلامِ رضا

بنتِ اشرف عطاریہ مدنیہ
ایم اے (اردو، مطالعہ پاکستان)
گوجرہ منڈی بہاؤالدین

125

عرش سے جس پہ تسلیم نازل ہوئی
اس سرائے سلامت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **سرائے سلامت:** سلامتی کا گھر۔

مفہوم شعر: سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے امن و سلامتی والے محل پہ لاکھوں سلام کہ جن پر عرش سے رب نے حضرت جبریل کے ذریعے سلام نازل فرمایا۔

126

منزلٌ مِن قصب لا نصب لا صخب
ایسے کوٹھے کی زینت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **منزل:** گھر۔ **قصب:** موتی۔ **نصب:** مشقت۔ **صخب:** شور۔ **کوٹھے:** حجرہ۔

مفہوم شعر: جنت میں حضرت خدیجہ کے لیے موتی سے بنے ہوئے ایسے پر سکون محل کی بشارت ہے جس میں کوئی تکلیف و مشقت ہو گی نہ کوئی شور و غل، ایسے عالیشان محل کی زینت یعنی حضرت خدیجہ پر لاکھوں سلام۔

شرح: مذکورہ دونوں اشعار حقیقت میں اس حدیث پاک کا مفہوم ہیں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بار جبریل امین علیہ السلام نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! آپ کے پاس حضرت خدیجہ برتن لا رہی ہیں جس میں کھانا اور پانی ہے جب وہ آجائیں تو انہیں ان کے رب کا اور میرا اسلام کہہ دیں اور یہ بھی خوشخبری سنا دیں کہ جنت میں ان کے لئے موتی کا ایک گھر بنا ہے جس میں نہ کوئی شور ہو گا اور نہ کوئی تکلیف۔[1] حضور نے حضرت خدیجہ کو جب یہ خبر دی تو انہوں نے اپنے علمی کمال کا مظاہرہ کرتے ہوئے بڑے خوبصورت الفاظ کے ساتھ اس سلام کا جواب دیا اور فرمایا: اَللّٰہُ ھُوَ السَّلَام وَمِنْہُ السَّلَام وَعَلٰی جِبْرِیْلَ السَّلَام یعنی اللہ پاک تو خود سلام ہے، سلامتی اسی کی بارگاہ سے ملتی ہے اور جبریل پر بھی سلام ہو۔[2]

127

بنتِ صدیق آرامِ جانِ نبی
اس حریمِ براءت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **حریم:** محترم۔ **براءت:** پاک، مبرہ۔

مفہوم شعر: حضور کی جان کو راحت پہنچانے والی آپ کی محبوب زوجہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پیاری بیٹی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جن کی پاکیزگی کا اعلان قرآن مجید نے فرمایا ان کی حرمت و عفت پر لاکھوں سلام۔

شرح: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ اسلامی ماحول میں پیدا ہوئیں اور اسی ماحول میں پروان چڑھیں۔ آپ کو اللہ پاک نے اس قدر کثیر فضائل سے نوازا ہے جس کا احاطہ و شمار ممکن نہیں، ایک یہی فضیلت کیا کم ہے کہ آپ حضور کی سب سے محبوب زوجہ مطہرہ ہیں۔ آپ کے دیگر فضائل میں سے ہے: ☆ حضور کو ریشمی کپڑے میں لپٹی ہوئی آپ کی تصویر دکھا کر آپ کے ساتھ نکاح کی پیشگی خبر دی گئی۔[3] ☆ حضرت جبریلِ امین نے آپ کو سلام کہا، تمام ازواج مطہرات میں سے آپ ہی کے بستر اقدس میں

حضور پر وحی نازل ہوئی،[4] ☆ آپ ہی کے حجرۂ اقدس اور آپ ہی کی گود میں حضور نے دنیا سے ظاہری پردہ فرمایا[5] اور ☆ یہیں آپ کا مزار اقدس بنا اور قیامت تک یہ مزار اقدس فرشتوں کے جھرمٹ میں گھرا رہے گا۔

بلاشبہ سیدہ عائشہ حضور کے دل کا چین اور جان کا قرار تھیں، حضور کو آپ سے بے حد محبت تھی اور یہ بات صحابہ کرام بھی جانتے تھے کہ حضور حضرت عائشہ سے کتنی محبت فرماتے ہیں، یہی وجہ تھی کہ وہ حضور کو خوش کرنے کے لیے حضرت عائشہ کی باری کے دن ہی ہدایا اور تحائف وغیرہ کا اہتمام کرتے تھے۔[6]

حضور خود ہی سیدہ عائشہ سے محبت نہ فرماتے تھے بلکہ دوسروں کو بھی ان سے محبت کی تلقین فرماتے۔ جیسا کہ ایک بار سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے فاطمہ! جس سے میں محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو گی؟ سیدہ فاطمہ نے عرض کی: ضرور یارسول اللہ! میں محبت رکھوں گی۔ اس پر حضور نے فرمایا: تو عائشہ سے محبت رکھو۔[7] حضرت عائشہ کو بھی پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے شدید عشق تھا، ایک مرتبہ حضور نے فرمایا: اے عائشہ جب تم مجھ سے خوش یا ناراض ہوتی ہو تو مجھ کو پتا لگ جاتا ہے، عرض کی: آپ کیسے پہچانتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: جب تم خوش ہوتی ہو تو کہتی ہو: ربِ محمد کی قسم! اور جب خفا ہوتی ہو تو کہتی ہو: ابراہیم کے رب کی قسم! حضرت عائشہ نے عرض کیا: ایسا ہی ہے مگر یارسول اللہ میں صرف آپ کا نام چھوڑتی ہوں۔[8]

128

یعنی ہے سورۂ نور جن کی گواہ
ان کی پُر نور صورت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: پر نور: نور والی۔

مفہومِ شعر: جن کی پاکیزگی کی گواہی کے لیے سورۂ نور نازل ہوئی ان کی نورانی صورت پہ لاکھوں سلام۔

شرح: غزوۂ بنی مصطلق سے واپسی پر جب منافقین نے اپنی خباثت کا اظہار کرتے ہوئے سیدہ عائشہ پر بہتان لگایا تو کچھ سادہ لوح مسلمان بھی تردد کا شکار ہو گئے، جس سے حضور اور دیگر مسلمانوں کو بے حد صدمہ پہنچا۔ حضور اگرچہ سیدہ عائشہ کی بے گناہی کو جانتے تھے مگر آپ کو یہ بھی معلوم تھا کہ مدمقابل منافقین ہیں جب وہ حضور کی پاکباز زوجہ پر اتنا بیہودہ الزام لگا سکتے ہیں تو بداخلاقی کی کسی بھی حد تک جا سکتے ہیں، چنانچہ اللہ پاک نے سورۂ نور کی 18 آیتوں کے ذریعے سیدہ عائشہ کی پاکدامنی کا اعلان فرمایا۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ کسی نبی کی بیوی کافر تو ہو سکتی ہے لیکن بدکار ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ انبیا کفار کی طرف مبعوث ہوتے ہیں تو ضروری ہے کہ جو چیز کفار کے نزدیک بھی قابلِ نفرت ہو اس سے وہ پاک ہوں اور ظاہر ہے کہ عورت کی بدکاری ان کے نزدیک بھی قابل نفرت ہے۔[9]

سیدہ عائشہ پر لگائی گئی تہمت کا بہتان ہونا بالکل ظاہر تھا۔ البتہ یہ معاملہ چونکہ حضور کے گھر کا تھا اس لئے آپ نے جو خاموشی اختیار فرمائی تھی اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ آپ سیدہ عائشہ کے معاملے کی حقیقت نہ جانتے تھے، بلکہ اس کا سبب وحی کا انتظار تھا کیونکہ اگر حضور اپنے علم کی بنا پر سیدہ عائشہ کی عصمت کی خبر خود دیتے تو منافق کہتے کہ آپ نے اپنے اہلِ بیت کی طرفداری کی اور اپنے گھر کی صفائی تو ہر کوئی دیتا ہے۔ اسی لیے حضرت ابو بکر صدیق بھی خاموش رہے بلکہ خود امّ المومنین نے بھی لوگوں سے نہ کہا کہ میں بے قصور ہوں۔ حالانکہ انہیں تو اپنی پاکدامنی یقین کے ساتھ معلوم تھی۔

---

1 بخاری، 2/565، حدیث: 3820 2 معجم کبیر، 23/15، حدیث: 25 3 مسلم، ص 1016، حدیث: 6283 4 بخاری، 2/552، حدیث: 3775 5 ابن حبان، 8/199، حدیث: 6557 6 مسلم، ص 1017، حدیث: 2689 7 مسلم، ص 1017، حدیث: 2690 8 بخاری، 3/471، حدیث: 5228 9 تفسیر کبیر، 8/343



مدنی مذاکرہ

عورتوں کا قبرستان جاکر قبروں کو لیپنا کیسا؟

سوال عورتوں کا مُحرّم الحرام میں قبرستان جاکر قبروں کو مٹی سے لیپنا کیسا ہے؟

جواب مُحرّم الحرام ہو یا کوئی اور مہینا عورتوں کو قبرستان جانا منع ہے۔ بلاضرورت قبر پر مٹی کا لیپ کرنا فضول اور اسراف ہے۔ مٹی خرید کر قبروں کا لیپ کرنے سے میت کو کچھ فائدہ نہیں پہنچتا اور پانی بھی ضائع ہوتا ہے۔ البتہ اگر اتنی رقم ایصالِ ثواب کی نیت سے کسی مدرسے یا مسجد میں جمع کروادی جائے یا کسی غریب و مسکین کو دے دی جائے یا اسے کپڑے یا کھانا خرید کر دے دیا جائے تو میت کو اس کا ثواب پہنچے گا۔ آج کل معاشرے میں طرح طرح کے غیر شرعی غلط رسم و رواج چل پڑے ہیں انہیں ختم کر دینا چاہیے۔[1]

ماہِ مُحرّم الحرام میں نکاح کرنا کیسا؟

سوال کیا ماہِ مُحرّم الحرام میں نکاح کر سکتے ہیں؟

جواب ماہِ مُحرّم الحرام میں نکاح کر سکتے ہیں۔ البتہ لوگ باتیں بنائیں گے اور خاندان میں نفرت کی فضا پیدا ہو گی، اس فتنہ و فساد سے بچنے کی نیت سے اگر کوئی ان دنوں میں شادی بیاہ نہیں کرتا تو اچھی بات ہے۔ شادی سارا سال کر سکتے ہیں کوئی مہینا یا دن ایسا نہیں کہ جس میں شادی کرنا شرعی طور پر منع ہو لیکن بعض صورتیں مُسْتَثْنٰی ہوتی ہیں مثلاً جو عورت طلاق یا شوہر کی موت کی عدّت گزار رہی ہے وہ نکاح نہیں کر سکتی بلکہ اسے نکاح کا پیغام دینا بھی حرام ہے۔ ان مخصوص صورتوں کے علاوہ پورا سال چاہے مُحرّم الحرام کا مہینا ہو یا صفر المظفّر کا نکاح کر سکتے ہیں۔

بعض لوگ صفر المظفّر کی مخصوص تاریخوں میں نکاح نہیں کرتے اور معاذ اللہ انہیں منحوس سمجھتے ہیں، یہ دور جاہلیت کے پرانے توہّمات ہیں جو اب تک چلے آ رہے ہیں۔ ہمارے پیارے آقا نے صفر المظفّر کے بارے میں ان وہمی خیالات کو باطل قرار دیتے ہوئے فرمایا: لَاصَفَرَ یعنی صفر کچھ نہیں[2]۔[3]

مُحرّم الحرام میں ننگے پاؤں رہنا کیسا؟

سوال مُحرّم الحرام کا چاند نظر آتے ہی بعض عورتیں اور مرد چپل پہننا چھوڑ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ہماری منّت ہے تو ان کا اس طرح کرنا کیسا ہے؟

جواب مُحرّم الحرام کا چاند نظر آتے ہی چپل نہ پہننا اور ننگے پاؤں رہنا اگر سوگ کی نیت سے ہو تو حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ شریعتِ مُطَہَّرہ میں تین دن سے زیادہ سوگ جائز نہیں، البتہ عورت شوہر کے مرنے پر چار مہینے دس دن سوگ کرے گی۔ اگر کوئی سوگ کی نیت سے نہیں بلکہ ویسے ہی ننگے پاؤں رہتا ہے تو کوئی حرج ہے نہ وہ گناہ گار ہو گا، البتہ محرم کے ابتدائی دس دنوں میں لوگ غم اور سوگ کی وجہ سے ہی ننگے پاؤں رہتے ہیں، لہٰذا ان کی مشابہت سے بچنا چاہیے۔ نیز ننگے پاؤں رہنے کی منّت کوئی شرعی منّت نہیں کہ جس کا پورا کرنا واجب ہو اور نہ ہی اس طرح کی منّت ماننا کسی فضیلت کا باعث ہے۔

مچھلی نہ کھانا اور نیا کپڑا پہننے کو معیوب سمجھنا کیسا؟

سوال مُحرّم الحرام میں مچھلی نہ کھانا اور نیا کپڑا پہننے کو معیوب سمجھنا کیسا ہے؟

جواب مُحرّم الحرام میں اگر کوئی سوگ کے باعث مچھلی نہیں کھاتا اور نیا کپڑا پہننے کو معیوب سمجھتا ہے تو وہ گناہ گار ہو گا۔ عوام

میں یہ مشہور ہے کہ عاشورہ کے دن گوشت نہیں کھانا چاہیے، کراچی میں جہاں ہمارا پرانا گھر تھا وہاں گوشت کی دکانیں عاشورہ کے دن بند رہتی تھیں، پھر آہستہ آہستہ عاشورہ کے دن یہ دکانیں کھلنا شروع ہوئیں اور یوں انہیں بند کرنے کا رواج ختم ہو گیا۔ اب بھی بعض لوگ عاشورہ کے دن گوشت نہیں کھاتے جبکہ کھچڑا کھالیتے ہیں حالانکہ کھچڑے میں بھی گوشت ہوتا ہے۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ کھچڑے کی صورت میں تو گوشت کھالیتے ہیں جبکہ گوشت کا سالن اور پلاؤ بنا کر کھانے سے منع کرتے ہیں۔ یاد رکھیے! محرم بلکہ پورے سال میں کوئی گھڑی یا گھنٹا ایسا نہیں کہ جس میں مچھلی یا گوشت کھانا شرعاً منع ہو، البتہ کسی اور خاص وجہ سے منع ہو جائے تو الگ بات ہے۔

سسرال میں مُحرّم الحرام کا چاند دیکھنے میں حرج نہیں

سوال یہ بات کہاں تک درست ہے کہ دلہن نکاح کے پہلے سال مُحرّم الحرام یا صفر المظفّر کا چاند سسرال میں نہ دیکھے؟

جواب یہ بھی ایک ڈھکوسلا اور غلط بات ہے کہ دلہن نکاح کے پہلے سال محرم یا صفر کا چاند سسرال میں نہ دیکھے۔ بالفرض اگر دلہن کی آنکھیں کمزور ہوں یا وہ نابینا ہو یا اس کا گھر کسی پلازے میں ہو تو وہ میکے میں چاند کیسے دیکھ پائے گی؟ نیز اگر دلہن کے ماں باپ فوت ہو چکے ہوں اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو کیا چاند دیکھنے کے لیے اسے دار الامان بھیجا جائے گا؟ یاد رکھیے! شرعی لحاظ سے ایسا کوئی مسئلہ نہیں کہ دلہن نکاح کے پہلے سال مُحرّم الحرام یا صفر المظفّر کا چاند سسرال میں نہ دیکھے بلکہ یہ سب عوامی توہّمات ہیں جن کو ختم کرنا ضروری ہے۔[4]

عاشورا کے علاوہ مُحرّم الحرام کے روزوں کے فضائل

سوال کیا 9 اور 10 محرّم الحرام کے روزوں کے علاوہ بھی مُحرّم الحرام کے روزوں کے فضائل ہیں؟

جواب مُحرم شریف کے روزوں کے تعلق سے دو فرامین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پیشِ خدمت ہیں: (1) رمضان کے بعد مُحرّم کا روزہ افضل ہے اور فرض کے بعد افضل نماز صلوٰۃ اللیل یعنی رات کے نوافل ہیں۔[5] (2) مُحرّم کے ہر دن کا روزہ ایک مہینے کے روزوں کے برابر ہے[6]۔[7]

نو اور دس مُحرّم کے دن قضا روزے رکھنے کا حکم

سوال اگر اسلامی بہن کو قضا روزے رکھنے ہوں تو کیا وہ نو اور دس مُحرّم الحرام کو رکھ سکتی ہے؟

جواب جی ہاں! اگر قضا کی نیت سے رکھے گی تو درست ہے نفل کی نیت نہ کرے۔[8]

مُحرّم الحرام میں لفظ "حرام" کا کیا مطلب ہے؟

سوال **مُحرّم الحرام** میں **محرّم** کے ساتھ **حرام** کا لفظ کیوں ہے؟

جواب **حرام** کا لفظ **حلال** کے مقابلے میں نہیں ہے، بلکہ اس لفظ سے مراد عزّت و حُرمت ہے، چونکہ محرّم کا مہینا عزّت و حُرمت والا ہوتا ہے، اس لئے اس کے ساتھ لفظ حرام بولا جاتا ہے، جس طرح کعبہ شریف جس مسجد میں ہے اس کا نام مسجد الحرام ہے، جس کا مطلب ہے: عزّت و حُرمت والی مسجد۔[9]

سارا سال گھر میں خیر و برکت

سوال 10 مُحرّم الحرام کے دن کون کون سے نیک اعمال کیے جاتے ہیں؟

جواب جس طرح روزانہ پانچ نمازیں فرض ہیں اسی طرح 10 مُحرّم الحرام کے دن بھی پانچ نمازیں فرض ہیں۔ عاشورا کا روزہ بہت فضیلت والا ہے اس کی برکت سے پچھلے گناہوں کی معافی کی بشارت ہے یعنی گزشتہ سال جو گناہ ہوئے ہیں ان شاء اللہ اس کی برکت سے معاف ہو جائیں گے۔[10] اگر کوئی عاشورا کے دن اپنے گھر کا دستر خوان وسیع کرے یعنی بال بچوں کو اچھی غذائیں کھلائے تو اس کا ثواب بھی ملے گا اور سارا سال گھر میں خیر و برکت بھی ہو گی۔[11]

---

1 ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 1/166 2 بخاری، 4/24، حدیث: 5707 3 ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 1/172 4 ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 1/179، 178 5 مسلم، ص 456، حدیث: 2755 6 معجم صغیر، 2/71 7 ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 3/177 8 ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 3/288 9 ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 3/197 10 مسلم، ص 454، حدیث: 2746 11 ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 3/293



بیٹیوں کو سلیقہ مندی سکھائیں

اُمِّ میلاد عطاریہ*

بیٹیاں اللہ کی رحمت اور ماں باپ کی عزّت و حرمت کی پاسبان ہوتی ہیں۔ ماں باپ بیٹیوں کو عزیز رکھتے ہیں، بہت نازوں سے پالتے ہیں اس احساس کے ساتھ ان کی پرورش کرتے ہیں کہ بڑے ہونے کے بعد ان بیٹیوں نے ماں، بہو اور ساس کی حیثیت سے ذمہ داری بھی سنبھالنی ہے عقلمندی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ بیٹی کی تربیت اس انداز سے کی جائے کہ وہ اچھی تربیت اور سلیقہ مندی کے ذریعے سسرال میں اپنا مقام بنا سکے۔

اس تربیت کا آغاز ابتدائی عمر سے کر دینا چاہئے۔ کہ جس طرح شاخوں کی تراش خراش پودوں کو حُسن عطا کرتی ہے اور اگر ان پر توجّہ نہ دی جائے، تو پودے جھاڑ جھنکار میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جن والدین کو اپنی رحمت سے نوازا ہے، اُن پر ذمّے داری عائد ہوتی ہے کہ اپنی بیٹی کی تربیت اس نہج پر کریں کہ آنے والے کل میں وہ ایک بہترین بہن، بیوی اور ماں بن سکے۔

بیٹیوں کو بچپن سے ہی صفائی ستھرائی کا عادی بنانا اور چیزوں کو سلیقے سے ان کی جگہ پر رکھنا سکھانا چاہئے۔ بچوں کی اشیاء کی ترتیب سکھائیے مثال کے طور پر ہر بچے سے متعلق اشیاء کی جگہیں مخصوص ہوں۔ لڑکوں کی چیزیں الگ رکھی جائیں اور لڑکیوں کی الگ۔ انہیں بتائیے کہ اسکول یونیفارم کہاں رکھنا ہے، گھر کے کپڑوں کی جگہ کون سی ہے اسی طرح کبھی کبھار پہننے والے یا تقریبات کے کپڑوں کو الگ رکھوائیے موسم کی مناسبت سے بھی کپڑے ترتیب دیئے ہوں مثلاً اگر گرمیوں کا موسم آرہا ہے تو اس موسم کے کپڑے زیادہ سامنے ہونے چاہئیں جو جوتے استعمال نہ ہو رہے ہوں انہیں کھلا نہ رکھا جائے بلکہ پالش کر کے حفاظت کے ساتھ ان کی طے شدہ جگہ پر ڈھک کر رکھا جائے۔

چھوٹی عمر سے ہی بچیوں کو مہمانوں یا باہر کے لوگوں کے سامنے اٹھنے بیٹھنے، بولنے کا طریقہ سکھانا بھی تربیت کا حصہ بنائیے۔ کس سے ہاتھ ملانا ہے کس سے نہیں۔ ان کی عمر کے لحاظ سے حیا کے تقاضے انہیں سکھاتے رہئے کہ گھر کے مردوں کے سامنے بھی سر جھاڑ منہ پہاڑ حلیے میں نہ رہا جائے بلکہ تمیز کے دائرے میں رہتے ہوئے جو بے تکلفی کی جاسکتی ہے اس کی حدود انہیں سکھائیے۔

گھر کے کام کاج میں ان کی دلچسپی پیدا کریں بعض مائیں اپنی بیٹیوں سے یہ سوچ کر کام نہیں کرواتیں کہ انھیں سسرال جا کر یہی سب کرنا ہے لیکن بعد میں ایک ساتھ کئی ذمہ داریاں لڑکی کے لئے پریشانی کا باعث بن سکتی ہیں۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ بیٹیوں میں سلیقہ اور ہنر مندی کا شوق بھی پیدا کرنا چاہئے۔

صدرُ الشّریعہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لڑکی کو بھی عقائد و ضروری مسائل سکھانے کے بعد کسی عورت سے سلائی اور نقش و نگار وغیرہ ایسے کام سکھائیں جن کی عورتوں کو اکثر ضَرورت پڑتی ہے اور کھانا پکانے اور دیگر اُمورِ خانہ داری (گھر کے کاموں) میں اُس کو سلیقے ہونے (یعنی تمیز سکھانے) کی کوشش کریں کہ سلیقے والی عورت جس خوبی سے زندگی بسر کر سکتی ہے بدسلیقہ نہیں کر سکتی۔ (بہارِ شریعت، 2/257)

اگر مائیں چاہتی ہیں کہ بیٹی دوسرے گھر جا کر خود بھی سُکھ چین سے رہے تو انہیں گھر داری، کھانے پکانے کی بہتر تربیت کے ساتھ ساتھ سلیقہ مندی کی چاشنی سے بھی آشنا کریں۔

اگر ایسا ہوا تو یقین جانئے کہ آپ کی اولاد ہر جگہ اپنا مقام بنانے میں کامیاب ہو جائے گی لیکن اگر طرزِ عمل اس کے مخالف ہوا تو پھر اولاد اور والدین دونوں کو پریشانی کا سامنا ہو سکتا ہے۔ بچوں کو مُعاشرے کا اچھا اور نیک مسلمان بنانے کیلئے خُود بھی دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول سے وابستہ رہئے اور اپنے بچّوں کو بھی اس ماحول سے وابستہ رکھئے۔



اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

مفتی محمد قاسم عطاری

1 لڑکی کو قرآنِ کریم کے سائے میں رخصت کرنا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ شادیوں کے موقع پر لڑکی کی رخصتی کے وقت یہ صورت دیکھنے میں آتی ہے کہ لڑکی کے سر پر قرآن پاک اٹھا کر اسے قرآن کے سائے میں رخصت کیا جاتا ہے، یہ عمل از روئے شرع درست ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

قرآن پاک بے شمار فوائد و برکات کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ جس طرح اس کا پڑھنا، یاد کرنا، سننا، اس پر عمل کرنا اور اس میں غور و فکر کرنا حصول خیر و برکت کا سبب ہے، یونہی قرآن پاک کا اوراق پر مشتمل نسخہ بھی رحمت و برکت کا ذریعہ ہے، لہٰذا اس سے برکت حاصل کرنا جائز و مستحب عمل ہے۔ رخصتی کے وقت دلہن کے سر پر قرآن پاک اٹھا کر رخصت کرنے سے بھی یہی مقصود ہوتا ہے کہ اس عمل سے قرآن پاک کی برکت حاصل ہو جائے، لہٰذا مذکورہ نیت سے یہ عمل جائز و باعث ثواب ہو گا، مگر اس کے ساتھ چند امور ذہن میں رکھنا بہت ضروری ہے۔

1 مذکورہ صورت میں باوضو شخص قرآن پاک کو پکڑے یا پھر بے وضو ہونے کی صورت میں کسی جداگانہ کپڑے یا غلاف میں پکڑے، کیونکہ بے وضو شخص کا قرآن پاک کو چھونا، جائز نہیں۔

2 چونکہ مذکورہ عمل کے ذریعے قرآن پاک سے برکت حاصل کرنا مقصود ہے، لہٰذا اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ گانے باجے یا آتش بازی وغیرہ امور ممنوعہ کی کوئی صورت نہ ہو کیونکہ ایک تو یہ قرآن مجید کی بے ادبی ہے اور دوسرا یہ بات ہرگز درست نہیں کہ ایک طرف قرآن کریم سے برکت لی جارہی ہو اور دوسری جانب قرآن کریم کے احکام کی ہی نافرمانی کی جائے۔ یوں تو قرآن کریم پاس نہ ہو، اس وقت بھی ان گناہوں سے بچنا ضروری ہے، مگر قرآن کی موجودگی میں اس کی عظمت و اہمیت کے پیش نظر خاص طور پر ان سے بچنا ضروری ہو جائے گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

2 جمعہ کو خواتین پہلی اذان کا جواب دیں یا دوسری؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کو جو پہلی اذان ہوتی ہے تو خواتین پہلی والی کا جواب دیں گی یا دوسری کا یا دونوں کا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

خواتین کے لئے جمعہ کی اذانِ اول اور ثانی دونوں کا جواب دینا مستحب ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اذان اول کے جواب کا حکم تو دیگر اذانوں کی طرح ہے کہ ان میں باہم کوئی فرق نہیں، رہا اذانِ ثانی کا جواب تو وہ صرف مقتدیوں کو منع ہے اس کے علاوہ کو نہیں حتی کہ خود خطیب اس کا جواب دے سکتا ہے، اور خواتین چونکہ جمعہ کے لئے نہیں آتیں بلکہ گھروں میں ہوتی ہیں تو ان کے لئے اس اذان کے جواب کی ممانعت نہیں، بلکہ وہ اس کا جواب دے سکتی ہیں۔ اذان ثانی کے جواب دینے کی کراہت مقتدیوں کے ساتھ خاص ہے اور جو مقتدی نہیں وہ جواب دے سکتا ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

باادب بانصیب

(قسط2)

بنتِ افضل عطاریہ مدنیہ
طلبہ جامعۃ المدینہ گرلز زبان بہاولپور

ادب سے اخلاق کامل ہوتے ہیں، کیونکہ ادب انسان کو اچھی باتوں کی پہچان کراتا اور اچھے اخلاق کا مالک بناتا ہے۔ فتاویٰ رضویہ شریف میں ہے: لَادِیْنَ لِمَن لَّا اَدَبَ لَہٗ یعنی جو باادب نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔[1] اسی طرح منقول ہے کہ حسب و نسب کی زینت سے بڑھ کر کوئی زینت نہیں مگر جو بے ادب ہو اس کا تو کوئی حسب نسب ہی نہیں۔[2] اردو زبان کا محاورہ ہے: باادب بانصیب، بے ادب بدنصیب۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے مذہب اسلام میں ابتدا تا انتہا ادب ہی ادب ہے اور ایسا کیونکر نہ ہو کہ ادب ہی وہ چیز ہے جس کی تعلیم اللہ پاک نے خود اپنے محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو دی، جیسا کہ اللہ پاک کے آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: اَدَّبَنِی رَبِّی فَاَحْسَنَ تَأْدِیبِی یعنی مجھے میرے رب نے بہترین ادب سکھایا۔[3] اور پھر یہ ادب حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے صحابہ نے سیکھا کہ جس کے متعلق مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ حضرت مولیٰ علی، مشکل کشا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس وقت حضور گفتگو شروع فرماتے آپ کے اصحاب اس طرح سر جھکا لیتے جیسے ان کے سروں پر پرندے ہوں۔[4]

یاد رکھئے! علم کے لئے ادب انتہائی ضروری ہے، بلکہ حضرت عبد اللہ ابنِ مبارک رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: ہمیں زیادہ علم حاصل کرنے کے مقابلے میں تھوڑا سا اَدب حاصل کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔[5] کیونکہ اگر کسی کے پاس علم ہو مگر ادب نہ ہو تو ایسا علم استاذ الملائکہ کو بھی شیطان بنا سکتا ہے اور اگر حصولِ علم میں ادب کا خیال رکھا جائے تو دنیا گواہ ہے کہ عرب کے صحرا کے وہ لوگ جنہیں اپنے وقت کی عظیم سلطنتیں منہ لگانا پسند نہ کرتی تھیں، اسی علم کی برکت سے ان سلطنتوں کے حکمران بن گئے۔ چنانچہ،

اس تناظر میں اگر دینی اداروں بالخصوص جامعات کا جائزہ لیا جائے کہ جہاں درسِ نظامی کی تعلیم دی جاتی ہے تو یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے کہ آج طلبہ و طالبات اپنے اساتذہ کا ادب کرتے ہیں نہ آلاتِ علم یعنی اپنی مادرِ علمی اور کتابوں وغیرہ کا احترام کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ بڑوں بالخصوص اساتذہ کا ادب و احترام کامیابی کے لئے اکسیرِ اعظم کی حیثیت رکھتا ہے اور علمِ دین کے فوائد و ثمرات اسی وقت نصیب ہوتے ہیں جب استاذ کی دل و جان سے عزت و تکریم کی جائے اور اس کی بے ادبی و توہین سے دور رہا جائے، بلکہ ہر اس بات سے بچنے کی کوشش کی جائے جس سے استاذ کی بے اَدَبی کا اَندیشہ ہو۔ یاد رکھیے! جو طالب علم اُستاد کی بے اَدبیاں کرتا ہے وہ کبھی بھی عِلم کی رُوح نہیں پا سکتا۔ اگر وہ بظاہر بہت بڑا عالِم بن بھی جائے تب بھی ایسی ایسی خَطائیں کر جاتا ہے کہ وہ خود حیران رہ جاتا ہے کہ مجھ سے یہ خَطائیں کیسے ہو گئیں! یہ سب اُستاد کی بے اَدَبی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

از خدا جوییم توفیقِ ادب
بے ادب محروم ماند از فضلِ رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

ہم اللہ پاک سے حصول ادب کی توفیق مانگتے ہیں کیونکہ بے ادب رب کے فضل سے محروم رہتا ہے۔ بے ادب نہ صرف اپنے آپ کو بُرے حالات میں رکھتا ہے بلکہ اس کی بے ادبی کی آگ تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔[6]

الغرض دینی استاذ روحانی ماں باپ کا درجہ رکھتا ہے، لہٰذا طلبہ و طالبات کو چاہئے کہ اسے اپنے حق میں حقیقی ماں باپ سے بڑھ کر مخلص جانیں اور اسے تکلیف پہنچانے سے بچیں۔ تفسیرِ کبیر میں ہے: استاذ اپنے شاگرد کے حق میں ماں باپ سے بڑھ کر شفیق ہوتا ہے کیونکہ والدین اسے دنیا کی آگ اور آفات سے بچاتے ہیں جبکہ اساتذہ اسے نارِ دوزخ اور تکالیفِ آخرت سے بچاتے ہیں۔[7] یہی وجہ ہے کہ علما فرماتے ہیں: جس سے اس کے استاد کو کسی طرح کی تکلیف پہنچی وہ علم کی برکت سے محروم رہے گا۔[8] یہی نہیں بلکہ استاذ اگر عالمِ دین ہو تو پھر یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ علمائے کرام کی بے ادبی کرنے والے کو ایک روایت میں اعلانیہ منافق قرار دیا گیا ہے۔[9] لیکن اگر کسی عالم کی بے ادبی بغیر کسی ظاہری سبب کے محض بغض کی وجہ سے ہو تو اندیشہ ہے کہ ایسا کرنے والا کافر ہو جائے۔ چنانچہ منح الروض الازھر میں ہے: جس نے سبب ظاہری کے بغیر کسی عالم سے بغض رکھا اس پر کفر کا خوف ہے۔[10] اساتذہ کی بے ادبی اور انہیں کسی وجہ سے ناراض کر دینا نقصان کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ جیسا کہ امام برہانُ الدین زرنوجی رحمۃُ اللہِ علیہ نے اپنی کتاب تعلیم المتعلم میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ شمسُ الائمہ حلوانی رحمۃُ اللہِ علیہ کو کوئی حادثہ پیش آیا جس کی وجہ سے وہ بخارا سے نکل کر ایک گاؤں میں سکونت پذیر ہو گئے۔ اس عرصے میں ان کے شاگرد ملاقات اور زیارت کے لئے حاضر ہوتے رہے مگر ان کے ایک شاگرد حاضر نہ ہو سکے۔ جب حضرت شیخ شمسُ الائمہ حلوانی رحمۃُ اللہِ علیہ کی ان سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے پوچھا کہ وہ ملاقات کے لئے کیوں نہیں آئے؟ تو انہوں نے عرض کی: حضور! میں اپنی والدہ کی خدمت میں مشغول تھا اس لئے حاضر نہ ہو سکا۔ تو آپ نے فرمایا: تمہیں لمبی عمر تو حاصل ہو گی، مگر رونقِ درس نہ پا سکو گے۔ امام زرنوجی اس کے بعد فرماتے ہیں کہ پھر واقعی ایسا ہی ہوا کہ شمس الائمہ حلوانی رحمۃُ اللہِ علیہ کے اس شاگرد کا زیادہ تر وقت دیہاتوں میں گزرا اور وہ کہیں بھی درس و تدریس کا انتظام نہ کر سکے، کیونکہ جو اپنے استاذ کے لئے تکلیف کا باعث بنتا ہے وہ علم کی برکتوں سے محروم ہو جاتا ہے اور علم سے پوری طرح فائدہ نہیں اٹھا سکتا، جیسا کہ کسی شاعر کے اشعار کا مفہوم ہے: استاذ ہو یا طبیب دونوں ہی اس وقت تک نصیحت نہیں کرتے جب تک ان کی عزت نہ کی جائے۔ اگر تو طبیب سے بد سلوکی کرتا ہے تو پھر اپنی بیماری پر صبر کرنے کے لئے تیار ہو جا اور اگر اپنے استاذ سے بد سلوکی کرتا ہے تو پھر اپنی جہالت پر قناعت کر۔[11] کسی نے کیا خوب کہا ہے:

یہ غم کھاتا چلا جاتا ہے مجھ کو، مجھے اس خوف سے فرصت نہیں
کہیں برکت نہ اٹھ جائے وہاں سے جہاں استاد کی عزت نہیں

اساتذہ کے ادب پر مشتمل دو واقعات

ہمارے بزرگ اپنے اساتذہ کا کس قدر ادب بجالاتے تھے، اس کی ایک جھلک ان دو واقعات سے ملاحظہ فرمائیے۔ چنانچہ الخیرات الحسان میں ہے: امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃُ اللہِ علیہ زندگی بھر اپنے استاذِ محترم امام حمّاد رحمۃُ اللہِ علیہ کے مکان کی طرف پاؤں پھیلا کر نہ لیٹے حالانکہ آپ کے اور استاذِ محترم کے مکان کے درمیان تقریباً سات گلیاں پڑتی تھیں۔[12] اسی طرح منقول ہے کہ حضرت سہل بن عبد اللہ رحمۃُ اللہِ علیہ سے جب بھی کوئی سوال کیا جاتا تو آپ جواب نہ دیتے تھے۔ ایک مرتبہ اچانک دیوار سے پشت

لگا کر بیٹھ گئے اور لوگوں سے فرمایا: آج جو کچھ پوچھنا چاہو، پوچھ لو۔ عرض کی گئی: آج کیا ماجرا ہے؟ آپ تو کسی سوال کا جواب نہیں دیتے تھے؟ ارشاد فرمایا: جب تک میرے استاذ حضرت ذُوالنُّون مصری رحمۃُ اللہِ علیہ حیات تھے، ان کے ادب کی وجہ سے جواب دینے سے گریز کیا کرتا تھا۔ لوگوں کو اس جواب سے مزید حیرت ہوئی کیونکہ ان کے علم کے مطابق حضرت ذُوالنُّون مصری ابھی حیات تھے۔ بہر حال آپ کے اس جواب کی بنا پر فوراً وقت اور تاریخ نوٹ کر لی گئی۔ جب بعد میں معلومات کی گئیں تو واضح ہوا کہ آپ کے کلام سے تھوڑی دیر قبل ہی حضرت ذُوالنُّون مصری کا انتقال ہو گیا تھا۔[13]

الغرض جس نے اپنے اساتذہ اور علمائے کرام کی قدر کی اللہ پاک نے اس کے سر پر ہمیشہ عزت کا تاج سجایا اور جس نے علمائے کرام کا دامن چھوڑا تو ذلت اس کا مقدر بن گئی، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ہارون رشید کے دربار میں جب کوئی عالِم تشریف لاتے، بادشاہ اُن کی تعظیم کے لئے سرو قد (یعنی سَرو کے درخت کی طرح بالکل سیدھا) کھڑا ہوتا۔ ایک بار درباریوں نے عرض کیا: یاامیر المومنین! رعبِ سلطنت جاتا ہے۔ جواب دیا: اگر علمائے دین کی تعظیم سے رعبِ سلطنت جاتا ہے تو جانے ہی کے قابل ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ہارون رشید کا رعب روئے زمین کے بادشاہوں پر بدرجہ اتم (یعنی بہت زیادہ) تھا۔ سلاطینِ نصاریٰ (یعنی عیسائی بادشاہ) اس کا نام لیتے تھرّاتے تھے۔[14]

افسوس! موجودہ دور میں مسلم معاشروں میں ایسے لوگ بہت کم دکھائی دیتے ہیں جو قوم کے رہنماؤں کی اس طرح عزت افزائی کرتے ہوں، البتہ! غیر مسلم معاشروں میں گاہے گاہے اس کی جھلکیاں آج بھی نظر آتی ہیں، مثلاً مشہور ادیب اشفاق احمد نے اپنی کتاب زاویہ میں اپنا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ جن دنوں جوانی کے دور میں روم یونیورسٹی میں بطورِ پروفیسر پڑھا رہے تھے کہ انہیں ایک مرتبہ ٹریفک قانون کی خلاف ورزی ہونے پر عدالت کا سامنا کرنا پڑا، جب جج کو معلوم ہوا کہ وہ ایک استاذ ہیں تو اس نے فوری طور پر اپنی سیٹ سے کھڑے ہو کر باقاعدہ اعلان کیا: Teacher in the Court یعنی ایک استاذ عدالت میں موجود ہیں، لہٰذا اس کی یہ بات سنتے ہی سب لوگ استاذ کی تعظیم میں کھڑے ہو گئے اور جب تک اشفاق احمد صاحب کرسی پر نہ بیٹھے کوئی بھی نہ بیٹھا۔[15]

معلوم ہوا! جو شعار مسلم قوم کا تھا وہ غیروں نے اپنا لیا اور شاید یہی وجہ ہے کہ مسلمان آج علمی میدان میں غیر مسلموں سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔

استاذ کے چند آداب سورۂ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام سے علم و حکمت سیکھنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ پارہ 15، سورۂ کہف کی آیت نمبر 66 کے تحت تفسیرِ نسفی میں لکھا ہے: کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ علم کی طلب کو چھوڑ دے خواہ اسے بہت سا علم حاصل ہو چکا ہو۔ اسے چاہیے کہ وہ اپنے سے زیادہ علم والے کے ساتھ عاجزی سے پیش آئے۔[16] لہٰذا علمِ دین پڑھانے والوں اور والیوں کے سامنے نیاز مندی اور عاجزی سے پیش آنا ضروری ہے، بلکہ علما فرماتے ہیں: استاذ کے حق کو والدین کے حق پر مُقدَّم رکھنا چاہئے کیونکہ والدین کے ذریعے بدن کی زندگی ہے اور استاذ روح کی زندگی کا سبب ہے۔[17] فتاویٰ عالمگیری میں ہے: اپنے استاذ کے حقوق و آداب کا لحاظ رکھنا چاہیے، اپنے مال میں سے کسی چیز سے استاذ کے ساتھ بخل نہ کرے۔ استاذ کے حق کو ماں باپ اور تمام مسلمانوں پر مقدم رکھے۔ اگر وہ اپنے استاذ کو اور (دینی علم میں) اپنے سے افضل کو اپنا آقا کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ مولا مشکل کشا رضی اللہُ عنہ نے اپنے بیٹے امام حسن مجتبیٰ رضی اللہُ عنہ سے فرمایا: اپنے آقا یعنی اپنے استاذ کے سامنے کھڑے ہو جاؤ۔ اسی طرح اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ جس نے اسے نیکی سکھائی اگرچہ ایک حرف ہی پڑھایا ہو اس کے لیے عاجزی کرے۔ کسی کے لئے یہ بھی مناسب نہیں کہ وہ کسی وقت اپنے استاذ کی مدد سے باز رہے اور نا ہی کسی کو یہ زیب

دیتا ہے کہ وہ اپنے استاذ پر کسی اور کو ترجیح دے، کیونکہ اگر وہ ایسا کرے گا تو اس نے اسلام کی رسیوں میں سے ایک رسی کھول دی۔ استاذ کی تعظیم میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اس کا دروازہ نہ کھٹکھٹائے بلکہ باہر آنے کا انتظار کرے۔[18] جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عبّاس رضی اللہُ عنہما کے متعلق مروی ہے کہ جب آپ علمِ دین سیکھنے کے لئے حضرت زَید بن ثابت رضی اللہُ عنہ کے درِ دولت پر جاتے تو ملاقات نہ ہونے کی صورت میں (ادب سے) گھر کے باہر ہی انتظار فرماتے رہتے۔[19] ایک روایت میں آپ فرماتے ہیں: جب حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا وصالِ ظاہری ہوا تو (اس وقت میں کم سن تھا) میں نے اپنے ایک ہم عمر اَنصاری سے کہا: چلو! صحابہ کرام سے علم حاصل کرلیں، کیونکہ ابھی وہ بہت ہیں۔ وہ انصاری کہنے لگے: ابنِ عباس! اتنے صحابہ کی موجودگی میں لوگوں کو بھلا تمہاری کیا ضرورت پڑے گی؟ چنانچہ میں اکیلا ہی علم حاصل کرنے میں لگ گیا۔ بارہا ایسا ہوا کہ مجھے پتا چلتا کہ فلاں صحابی کے پاس فلاں حدیث ہے میں اُن کے گھر دوڑا جاتا۔ اگر وہ آرام فرما رہے ہوتے تو میں اپنی چادر کا تکیہ بنا کر ان کے دروازے پر پڑا رہتا، گرم ہوا میرے چہرے کو جھلساتی رہتی۔ جب وہ صحابی باہر تشریف لاتے اور مجھے اس حال میں پاتے تو فرماتے: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے چچا کے بیٹے! آپ نے پیغام بھیج مجھے بلوا لیا ہوتا۔ میں جواب دیتا: نہیں! اس کام کے لیے خود مجھے ہی آنا چاہیے تھا۔ اس کے بعد یہ ہوا کہ جب اصحابِ رسول دنیا سے رخصت ہو گئے تو وہی انصاری جب دیکھتے کہ لوگوں کو میری کیسی ضرورت ہے تو حسرت سے کہتے: ابنِ عباس! تم مجھ سے زیادہ عقل مند تھے۔[20]

الغرض دین و دنیا کی بھلائی و عافیت اسی میں ہے کہ اساتذہ کی دل و جان سے عزت و تعظیم کی جائے اور ان کی بے ادبی و توہین سے بچا جائے، کیونکہ بعض اوقات ٹیچرز کی بے ادبیوں اور گستاخیوں کے سبب طلبہ و طالبات ہلاکت و تباہی میں گر کر علمِ دین کی برکات سے محروم ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ یہ بے ادبیاں اور گستاخیاں کس قسم کی ہو سکتی ہیں؟ ان کا سرسری طور پر بھی جائزہ لیں تو صورتِ حال کچھ یوں دکھائی دیتی ہے:

☆ آج کل طلبہ اپنے اساتذہ کی نقلیں اتارنے کو بالکل معیوب نہیں سمجھتے، انہیں نامناسب القابات سے پکارتے و یاد کرتے ہیں ☆ ان کا کوئی عیب جان لیں تو اسے ہر کسی کو بتاتے پھرتے ہیں ☆ زبان درازی و بد اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا ذیل میں ایسی ہی باتوں کا مختصراً جائزہ پیش کیا جا رہا ہے کہ جن کو اساتذہ کی بے ادبی شمار کیا جا سکتا ہے:

نقلیں اتارنا بعض نادان اسٹوڈنٹس کا یہ انداز بھی دیکھا گیا ہے کہ وہ ٹیچرز کی نقلیں اتارتے ہیں یقیناً یہ انداز ٹیچر کے لیے تکلیف دہ ہونے کے ساتھ ساتھ خود کو علمِ دین کی برکتوں سے محروم کرنے کا بھی سبب ہے۔ ٹیچرز کو تکلیف پہنچا کر علمِ دین حاصل کر لینا خود فریبی کے سوا کچھ نہیں۔

زبان، اشارے یا کسی بھی طریقے سے مسلمان کی نقل اتار کر اسے تکلیف پہنچانا ناجائز و حرام اور اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو تکلیف دینے والا عمل ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: جس نے کسی مسلمان کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ پاک کو تکلیف دی۔[21] اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صِدّیقہ رضی اللہُ عنہا فرماتی ہیں: میں نے کسی کی نقل اتاری تو حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اللہ پاک کی قسم! مجھے یہ پسند نہیں کہ میں کسی کی نقل اتاروں اور مجھے اس کے سبب کثیر دنیا مل جائے۔[22] ٹیچرز کی نقل اتارنے سے مقصود چونکہ ان کا مذاق اڑانا ہوتا ہے، لہٰذا اس حوالے سے یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اہانت اور تحقیر کیلئے زبان یا اشارے یا کسی اور طریقے سے مسلمان کا مذاق اڑانا حرام و گناہ ہے کیونکہ اس سے ایک مسلمان کی تحقیر اور اس کی ایذا رسانی ہوتی ہے اور کسی مسلمان کی تحقیر کرنا اور دکھ دینا سخت حرام اور جہنم میں لے

جانے والا کام ہے۔[23] یہی نہیں بلکہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس معاملے میں فرماتے ہیں: دوسرے کو حقیر اور کمتر سمجھتے ہوئے اس کے عُیوب و نقائص کو اس طور پر ذکر کرنا جس سے ہنسی آئے یعنی اس کے قول و فعل کی نقل اتار کر یا اشارے کے ساتھ ایسا کیا جائے تو یہ غیبت ہی کی ایک صورت ہے۔[24] ایک مقام پر فرماتے ہیں: نقل اتارنا مثلاً لنگڑا کر چلنا یا اس کے چلنے کی طرح چلنا، یہ بھی غیبت ہے، بلکہ غیبت کی قسموں میں سب سے سخت قسم ہے، کیونکہ اس میں منظر کشی اور دوسرے کو سمجھانا زیادہ پایا جاتا ہے۔[25] اور غیبت کس قدر بڑا کبیرہ گناہ ہے، اس کا اندازہ اس روایت سے لگا لیجئے کہ حضور نے ارشاد فرمایا: میں شبِ معراج ایسی قوم کے پاس سے گزرا جو اپنے چہروں اور سینوں کو تانبے کے ناخنوں سے نوچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: یہ لوگوں کا گوشت کھاتے (یعنی غیبت کرتے) اور اُن کی عزّت خراب کرتے تھے۔[26] مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ان پر خارِش کا عذاب مسلط کر دیا گیا تھا اور ناخن تانبے کے دھار دار اور نوکیلے تھے ان سے سینہ چہرہ کھجلاتے تھے اور زخمی ہوتے تھے۔ خدا کی پناہ یہ عذاب سخت عذاب ہے، یہ واقعہ بعد قیامت ہو گا جو حضور انور نے آنکھوں سے دیکھا۔ مزید فرماتے ہیں: یہ لوگ مسلمانوں کی غیبت کرتے اور ان کی آبروریزی (عزت خراب) کرتے تھے، یہ کام عورتیں زیادہ کرتی ہیں انہیں عبرت لینی چاہئے۔[27]

ٹیچرز کے نامناسب نام و القاب رکھنا ٹیچرز کے بُرے نام رکھنا اور نام بگاڑنا بھی ایک ایسی بُری آفت ہے جو حصولِ علم کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ اور علمِ دین کی برکتوں سے محرومی کا باعث ہے۔ حالانکہ ہمارے بزرگوں نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ استاد کو اس کے نام سے بھی نہ پکارا جائے بلکہ اس کے لئے احترام جیسے کلمات استعمال کریں مثلاً انہیں ایہا العالم، ایہا الحافظ وغیرہ کے ایسے الفاظ سے مخاطب کیا جائے جن میں تعظیم پائی جاتی ہو۔[28] مگر افسوس! دنیاوی اداروں کی طرح اب دینی ادارے بھی اس آفت میں مبتلا دکھائی دے رہے ہیں جہاں بعض اسٹوڈنٹس نے اپنے ٹیچرز کے ایسے ایسے نام رکھے ہوتے ہیں یا ان کو ایسے بُرے القابات سے یاد کرتے ہیں کہ اگر ان کے اساتذہ کو معلوم ہو جائے تو یقیناً وہ ان سے سخت ناراض ہوں۔ ایسے اسٹوڈنٹس کو یاد رکھنا چاہئے کہ قرآنِ کریم نے بُرے القاب رکھنے سے منع فرمایا ہے: وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِؕ (پ26، الحجرات:11) ترجمہ: اور ایک دوسرے کے بُرے نام نہ رکھو۔ بُرے نام رکھنے سے کیا مراد ہے اس کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، بعض نے فرمایا: بُرے نام رکھنے سے مراد کسی مسلمان کو کتا، گدھا یا سور کہنا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان سے مراد وہ القاب ہیں جن سے کسی مسلمان کی بُرائی نکلتی ہو اور اس کو ناگوار ہو۔[29] کیونکہ ناپسندیدہ لقب ہوتا ہی وہ ہے جسے اس لقب والا ناپسند کرتا ہو اور اس سے اس کی مذمت کا پہلو نکلتا ہو۔ کیونکہ یہ لقب اس کے حق میں ایک گالی کی حیثیت رکھتا ہے۔ رہ گئے ایسے نام اور القاب و اوصاف جن میں مذمت کا پہلو موجود نہ ہو وہ ناپسندیدہ نہیں ہوتے، مثلاً مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ کو اپنے تمام القاب میں ابو تراب سب سے زیادہ پسند تھا۔[30]

---

1 فتاویٰ رضویہ، 28/158 2 موضح اوہام الجمع و التفریق، 2/279 3 جامع صغیر، ص25، حدیث:310 4 شمائل محمدیہ، ص199، رقم:334 5 رسالہ قشیریہ، ص317 6 مثنوی معنوی، دفتر اول، ص39، 40 7 تفسیر کبیر، 1/401 8 فتاویٰ رضویہ، 23/639 9 معجم کبیر، 8/202، حدیث:7819 10 منح الروض الازھر، ص470 11 تعلیم المتعلم، ص46 12 الخیرات الحسان، ص82 13 تذکرۃ الاولیاء، 1/230 14 ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص145 15 زاویہ، 1/42 تا 45 ملخصاً 16 تفسیر نسفی، ص658 17 فتاویٰ رضویہ، 24/421 18 فتاویٰ ہندیہ، 5/378، 379 19 مرآۃ الجنان للیافعی، 1/99 20 دارمی، 1/150، حدیث:570 21 معجم اوسط، 2/387، حدیث:3607 22 ابو داود، 4/353، حدیث:4875 23 جہنم کے خطرات، ص173 24 احیاء العلوم، 3/162 25 احیاء العلوم، 3/179 26 ابو داود، 4/353، حدیث:4878 27 مرآۃ المناجیح، 6/619 28 الجامع لاخلاق الراوی، ص121، رقم:282 29 تفسیر خازن، 4/170 ملخصاً 30 احکام القرآن للجصاص، 3/538

نکاح اور اس کی رسومات (قسط 1)



بنتِ منصور عطاریہ مدنیہ
نیول کالونی کراچی

دنیا کے ہر مذہب، ہر خطے میں مرد و عورت کے درمیان ازدواجی تعلق قائم کرنے اور ایک ساتھ دائمی زندگی گزارنے کے لیے کوئی نہ کوئی دستور، قانون یا طریقہ ضرور موجود رہا ہے، بغیر کسی رشتے کے مرد و عورت کے آپسی تعلق قائم کرنے کی کوئی بھی مذہب اجازت نہیں دیتا۔ اسلام میں جو طریقہ مرد و عورت کو ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں باندھتا ہے، اسے نکاح کہتے ہیں۔ نکاح کا لغوی معنٰی ملنا ہے، کیونکہ نکاح کی وجہ سے صرف مرد و عورت ہی مل کر زندگی نہیں گزارتے، بلکہ ان کے خاندان اور بسا اوقات دو ملک مل جاتے ہیں۔[1] نکاح انسانی نسل کی بقا کا سبب اور بہترین عبادت ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور تاقیامت رہے گی۔ یہ آدھے ایمان کی حفاظت کا سبب، کئی گناہوں سے بچنے کا ذریعہ اور بے حد فائدے رکھنے والا عمل ہے۔ اگرچہ دیگر مذاہب و معاشروں میں بھی مرد و عورت کے باہم زندگی گزارنے کے مختلف طریقے رائج ہیں مگر وہ بعض ایسی رسومات و حرکات کا مجموعہ ہیں جن کے بعض پہلو یا تو انتہائی شرم ناک ہیں یا پھر مسلم معاشرے کے لیے تکلف و تکلیف کا باعث ہیں، چنانچہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو ایسا مہذب اور پاکیزہ طریقہ عطا فرمایا ہے جس میں کسی کو تکلفات کا پابند کیا گیا ہے نہ کسی پر کوئی بوجھ ڈالا گیا ہے، بلکہ اس نکاح کو نہایت بابرکت قرار دیا جس میں بوجھ کم ہو۔[2] چنانچہ یہاں پر نکاح سے متعلق ضروری امور اور ان رسموں اور طریقوں کا جائزہ لیا جائے گا جو اس وقت ہمارے مسلم معاشرے میں رائج ہیں۔ تاکہ ہم یہ جان سکیں کہ ان رسموں میں سے کون سی رسمیں اسلامی تعلیمات کے مطابق ہیں اور کون سی غیر شرعی و صرف تکلفات پر مبنی ہیں۔ مگر ان سب باتوں سے پہلے یہ جاننا انتہائی ضروری ہے کہ ایک عورت کے لئے نکاح کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ چنانچہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ☆ جس عورت کو اپنے نفس سے خوف ہو کہ غالباً اس سے شوہر کی اطاعت اور اس کے حقوقِ واجبہ کی ادا نہ ہو سکے گی، اسے نکاح ممنوع و ناجائز ہے اگر کرے گی گنہگار ہو گی، یہ صورت کراہتِ تحریمی کی ہے۔ ☆ اگر یہ خوف مرتبۂ ظن سے تجاوز کر کے یقین تک پہنچا جب تو اسے نکاح حرامِ قطعی ہے۔ ☆ جنہیں اپنے نفس سے ایسا خوف نہ ہوا نہیں اگر نکاح کی حاجتِ شدید ہے کہ بے نکاح کے معاذ اللہ گناہ میں مبتلا ہونے کا ظنِّ غالب ہے تو ایسی عورتوں کو نکاح کرنا واجب ہے۔ ☆ بلکہ بے نکاح معاذ اللہ وقوعِ حرام کا یقینِ کُلّی ہو تو انہیں فرضِ قطعی یعنی جبکہ اس کے سوا کثرتِ روزہ وغیرہ معالجات سے تسکین متوقع نہ ہو ورنہ خاص نکاح فرض و واجب نہ ہو گا بلکہ دفعِ گناہ جس طریقہ سے ہو۔[3]

معاشرے میں رائج نکاح کی مختلف صورتیں

فی زمانہ نکاح کی جو صورتیں ہمارے ہاں عام رائج ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ عام طور پر لڑکی کی طرف سے ایک وکیل مقرر کیا جاتا ہے جو لڑکی سے اجازت لے کر قاضی صاحب سے نکاح پڑھانے کو کہتا ہے، یہ طریقہ درست نہیں کیونکہ نکاح کا وکیل بننے والے کو خود نکاح پڑھانا لازم ہے وکیل کسی اور کو نکاح پڑھانے کا وکیل نہیں کر سکتا، اس طرح منعقد ہونے والا

نکاح نکاحِ فضولی کہلاتا ہے۔ نکاح فضولی کا آسان مفہوم یہ ہے کہ ایسا شخص نکاح پڑھائے جسے دولہا یا دلہن کی طرف سے نکاح کروانے کی اجازت نہ ہو اور ظاہر ہے کہ ذکر کی گئی صورت میں نکاح کی اجازت وکیل کو دی گئی ہے نہ کہ قاضی صاحب کو، لہٰذا اس کا درست طریقہ یہ ہے کہ قاضی صاحب خود جا کر نکاح کی اجازت لیں یا لڑکی کا کوئی مَحرَم اگر اجازت لے تو وہ قاضی صاحب کی طرف سے لے نہ کہ خود وکیل بنے۔[4] نکاحِ فضولی کا حکم یہ ہے کہ ایسا نکاح مرد و عورت کی اجازت پر موقوف ہے، اجازت سے پہلے مرد و عورت کو وہ نکاح توڑنے کا اختیار ہے اور اگر وہ اجازت دے دیں تو یہ نکاح صحیح ہو جائے گا، اجازت کے لیے زبان سے کہنا ہی ضروری نہیں بلکہ ان دونوں کا جاننے کے باوجود خاموش رہنا اور عورت کا بخوشی اپنے شوہر کے ساتھ رخصت ہو جانا بھی اجازت ہے۔[5]

ذکر کی گئی صورت سے بچنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ لڑکا لڑکی کسی شخص کو اپنا وکیل بنا دیں مثلاً لڑکا کسی کو اپنا وکیل بناتے ہوئے یہ کہے کہ میں فلانہ بنتِ فلاں سے اتنے حق مہر کے بدلے میں نکاح کرنا چاہتا ہوں یا لڑکی کہے کہ میں فلاں بن فلاں سے اتنے حق مہر کے بدلے نکاح کرنا چاہتی ہوں! اب وہ وکیل لڑکے یا لڑکی کی طرف سے دوسری جگہ دو گواہوں کے سامنے مجلس نکاح میں ایجاب و قبول کرے تو اس طرح وکیل کے ذریعے نکاح ہو جائے گا۔ اب چاہے وکیل خط کے ذریعے بنائے یا فون کال کے ذریعے بنائے۔[6]

نکاح کے وقت لڑکی سے اجازت لینا

لڑکی سے نکاح کی اجازت کے لیے ضروری نہیں کہ نکاح خواں خود جائے جیسا کہ آج کل رواج ہے۔ چونکہ اس وقت لڑکی خوب زینت کیے ہوئے ہوتی ہے اور ایسے میں نکاح خواں جو کہ نامَحرم ہے اس کا آنا بے پردگی کا سبب بن سکتا ہے، لہٰذا بہتر ہے کہ لڑکی کے محارم میں سے کوئی وکالت کی اجازت لے لے، البتہ ضرورتاً پردے کا خیال رکھتے ہوئے نکاح خواں خود بھی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ نیز نکاح کے لیے لڑکی سے تین بار اجازت لی جاتی ہے، یہ بھی ضروری نہیں، ایک بار اجازت لینا ہی کافی ہے۔ ہاں! اس بات کا لحاظ ضروری ہے کہ لڑکی سے فرضی طور پر عین وقتِ نکاح اجازت نہ لی جائے بلکہ پہلے ہی اس کی مرضی معلوم کر لی جائے۔ ہمارے یہاں لڑکی سے عین نکاح کے وقت جو اجازت مانگی جاتی ہے اس کا مقصد لڑکی کی رضا معلوم کرنا نہیں بلکہ نکاح کا وکیل بنانے کی اجازت لینا ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں عام طور پر لڑکی سے شادی پر راضی ہونا معلوم نہیں کیا جاتا جو بسا اوقات بعد میں مسائل کا سبب بنتا ہے، لہٰذا والدین کو چاہیے کہ شادی کی بات پکّی کرنے سے پہلے ہی حکمتِ عملی سے لڑکی کی رضا معلوم کر لیں یا پھر اس کی خوشی پر راضی ہو جائیں، جبکہ کوئی شرعی خرابی نہ ہو، تاکہ شادی کے مبارک موقع پر جہاں سب لوگ خوش ہیں وہیں جن بچّوں بچیوں کی شادی کی جا رہی ہے وہ بھی حقیقی طور پر خوش ہوں اور آئندہ بھی اپنی ازدواجی زندگی خوشگوار انداز سے گزار سکیں۔

یہاں ایک بات قابلِ غور ہے کہ لڑکیاں ایسے موقع پر شرم کے مارے کھل کر ہاں نہیں کر پاتیں، کیونکہ ہر ایک کی کیفیات مختلف ہوتی ہیں۔ لہٰذا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لڑکیوں کی جانب سے کون سے اشاروں کو ان کی اجازت سمجھا جائے گا؟ تو یاد رہے! اکثر لڑکیاں ایسے موقع پر شرم کے مارے خاموشی اختیار کرتی ہیں، اسی لیے حدیثِ پاک میں خاموشی کو رضامندی کی دلیل قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: کنواری لڑکی سے اس کی شادی کی اجازت لی جائے گی اور اس کی اجازت اس کا خاموش رہنا ہے۔[7] اسی طرح اجازت طلبی کے جواب میں لڑکی کا مسکرا دینا یا بغیر آواز کے رونا بھی اس کی اجازت پر محمول کیا جائے گا۔[8]

---

1 مراٰۃ المناجیح، 5/2 2 مسندِ امام احمد، 9/365، حدیث: 24583 3 بہارِ شریعت، 2/5، حصہ: 7 4 فتاویٰ فیض الرسول، 1/550 5 فتاویٰ فیض الرسول، 1/551 6 تجدیدِ ایمان و تجدیدِ نکاح کا آسان طریقہ، ص12 7 معجم کبیر، 10/307، حدیث: 10746 8 بہارِ شریعت، 2/48، حصہ: 7



والدین کی فرمانبرداری

دینِ اسلام میں خاندان کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ خانگی زندگی کو بہترین بنانے کے لیے اہلِ خانہ پر ایک دوسرے کے حقوق مقرر فرمائے جن میں والدین سب سے مقدم ہیں۔ والدین کے حقوق میں سے ایک حق ان کی خدمت و اطاعت اور تعظیم و تکریم بھی ہے، چنانچہ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ ایک مسلمان کے لیے توحید و عبادت اور اقرارِ رسالت کے بعد سب سے اہم ذمہ داری اطاعتِ والدین ہے، کیونکہ ہر مسلمان کے لیے اللہ و رسول کے بعد تمام رشتوں اور تعلقات میں سب سے اولین حیثیت ماں باپ کو حاصل ہے۔

دنیا کے ہر رشتے ناطے میں کھوٹ، ملاوٹ، مفاد پرستی اور دکھاوا ہو سکتا ہے مگر یہ وہ ہستیاں ہیں جن کے پیار اور تعلق میں کبھی ملاوٹ اور لالچ کا گمان بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ وہ عظیم ہستیاں ہیں جو اپنا سکھ، چین، خواہشات سب کچھ اپنی اولاد کے نام کر کے ان سے بے لوث اور بے غرض محبت کرتی ہیں۔ ماں اپنی اولاد کی تربیت، پرورش اور ہر فرمائش پوری کرنے کے لیے خود کو وقف کر دیتی ہے تو باپ اپنے سکون و آرام کی پروا کیے بغیر پورا پورا دن محنت مزدوری کر کے ان کے اخراجات پورا کرنے میں لگا رہتا ہے، لہٰذا اس احسان اور پُر خلوص محبت کا تقاضا ہے کہ انسان اپنی تمام عمر والدین کی خدمت اور ان کی اطاعت کرے، وہ جوان ہوں یا بوڑھے ہر حال میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

ماں باپ کی خدمت اور اطاعت بڑی سعادت ہے۔ قرآنِ مجید میں رب کریم نے کئی مقامات پر اپنی عبادت کے بعد والدین کے ساتھ اچھا سلوک کا حکم ارشاد فرمایا۔ چنانچہ پارہ 8 سورۂ انعام کی آیت نمبر 151 میں ہے: وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ترجمہ کنز الایمان: اور ماں باپ کے ساتھ (بھلائی کرو۔) اس کی تفسیر میں ہے: کیونکہ تم پر ان کے بہت حقوق ہیں انہوں نے تمہاری پرورش کی، تمہارے ساتھ شفقت اور مہربانی کا سلوک کیا، تمہاری ہر خطرے سے نگہبانی کی، ان کے حقوق کا لحاظ نہ کرنا اور ان کے ساتھ حُسنِ سلوک کا ترک کرنا حرام ہے۔ (1)

اسی طرح پارہ 15 سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 23 میں بیان کردہ اسی مفہوم کے تحت مفتی سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب والدین پر کمزوری کا غلبہ ہو، اعضا میں قوّت نہ رہے اور جیسا تو بچپن میں ان کے پاس بے طاقت تھا ایسے ہی وہ آخرِ عمر میں تیرے پاس ناتواں رہ جائیں۔ تو کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکالنا جس سے یہ سمجھا جائے کہ ان کی طرف سے طبیعت پر کچھ گرانی ہے۔ نہ انہیں جھڑکنا نہ تیز آواز سے بات کرنا بلکہ کمال حسنِ ادب کے ساتھ ماں باپ سے اس طرح کلام کر جیسے غلام و خادم آقا سے کرتا ہے۔ ان سے بہ نرمی و تواضع سے پیش آ اور ان کے ساتھ تھکے وقت میں شفقت و محبت کا برتاؤ کر کہ انہوں نے تیری مجبوری کے وقت تجھے محبت سے پرورش کیا تھا اور جو چیز انہیں درکار ہو وہ ان پر خرچ کرنے میں بخل نہ کر۔ مُدَّعا یہ ہے کہ دنیا میں بہتر سلوک اور خدمت میں کتنا بھی مبالغہ کیا جائے لیکن والدین کے احسان کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے بندے کو چاہئے کہ بارگاہِ الٰہی میں اُن پر فضل و رحمت فرمانے کی دعا کرے اور عرض کرے: یا رب! میری خدمتیں ان کے احسان کی جزا نہیں ہو سکتیں تو ان پر کرم کر کہ ان کے احسان کا بدلہ ہو۔ (2)

نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے کثیر احادیثِ طیبہ میں والدین کی اطاعت و فرمانبرداری اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی اہمیت کو واضح فرمایا ہے، چنانچہ ایک حدیثِ پاک میں ہے: ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کی: میں جہاد کی تمنا رکھتا ہوں مگر (چند مجبوریوں کی بنا پر) معذور ہوں۔ آپ نے فرمایا: تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ عرض کی: میری ماں زندہ ہے۔ ارشاد فرمایا: اللہ پاک سے توفیق مانگ کر ماں سے اچھا سلوک کرتا رہ، تجھے حج، عمرہ اور جہاد کا ثواب ملے گا۔[3]

والدین کی فرمانبرداری ہر حال میں ضروری ہے اگرچہ وہ ظالم ہی کیوں نہ ہوں! نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے ماں باپ کی فرمانبرداری کی حالت میں صبح کی تو اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اگر والدین میں سے ایک ہو تو ایک دروازہ کھلتا ہے اور جس نے اس حال میں صبح کی کہ وہ اپنے والدین کا نافرمان ہو تو اس کے لئے جہنم کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اگر والدین میں سے ایک ہو تو ایک دروازہ کھلتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کی: اگرچہ والدین ظلم کریں؟ ارشاد فرمایا: اگرچہ ظلم کریں، اگرچہ ظلم کریں، اگرچہ ظلم کریں۔[4]

یاد رہے! ماں باپ اگر غیر مسلم ہوں تب بھی اولاد دنیا میں ان کے ساتھ اچھا سلوک اور ان کی خدمت کی پابند ہے، جیسا کہ حضرت اسماء بنتِ ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: (صلحِ حدیبیہ کے بعد) میری مشرکہ ماں میرے پاس آئی، میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! میری ماں آئی ہے اور وہ دین سے دور ہے کیا میں اس سے صِلہ رحمی کروں؟ ارشاد فرمایا: ہاں۔ اس کے ساتھ صلہ رِحمی سے پیش آؤ۔[5]

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: کافر و مشرک ماں باپ کی بھی خدمت اولاد پر لازم ہے۔ فقہا فرماتے ہیں کہ مشرک باپ کو بت خانہ نہ لے جائے مگر جب وہاں پہنچ چکا ہو تو وہاں سے گھر لے آئے کہ لے جانے میں بت پرستی پر مدد ہے اور لے آنے میں خدمت ہے۔[6]

والدین کے ساتھ اچھا سلوک اللہ پاک کو اپنی عبادت کے بعد سب سے زیادہ پسند ہے جیسا کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے پوچھا: کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا: وقت پر نماز پڑھنا اور ماں باپ سے بھلائی کرنا۔[7]

والدین سے بھلائی کے طریقے

تفسیر خزائن العرفان میں ہے: والدین کے ساتھ احسان کے طریقے جو مروی ہیں وہ یہ ہیں کہ تہ دل سے ان کے ساتھ محبت رکھے، رفتار و گفتار میں اٹھنے بیٹھنے میں ادب لازم جانے، ان کی شان میں تعظیم کے لفظ کہے، ان کو راضی کرنے کی کوشش کرتا رہے، اپنے نفیس مال کو ان سے نہ بچائے، ان کے مرنے کے بعد ان کی وصیتیں جاری کرے، ان کے لئے فاتحہ، صدقات، تلاوتِ قرآن سے ایصالِ ثواب کرے، اللہ پاک سے ان کی مغفرت کی دعا کرے، ہفتہ وار ان کی قبر کی زیارت کرے۔ والدین کے ساتھ بھلائی کرنے میں یہ بھی داخل ہے کہ اگر وہ گناہوں کے عادی ہوں یا کسی بد مذہبی میں گرفتار ہوں تو ان کو بڑی نرمی کے ساتھ اصلاح و تقویٰ اور عقیدۂ حقہ کی طرف لانے کی کوشش کرے۔ الغرض اگر ساری زندگی والدین کی خدمت کی جائے تب بھی ان کے احسانات کا بدلہ نہیں اتر سکتا۔[8]

امیرِ اہلسنّت دامت برکاتہم العالیہ بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے ہیں:

مطیع اپنے ماں باپ کا کر میں انکا | ہر اک حکم لاؤں بجا یاالٰہی

اللہ پاک ہمیں والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین بجاہِ خاتمِ النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 تفسیر خزائن العرفان، ص 281 2 تفسیر خزائن العرفان، ص 529، 530 ملتقطا
3 مسند ابی یعلی، 3/6، حدیث: 2752 4 شعب الایمان، 6/206، حدیث: 7916
5 بخاری، 4/96، حدیث: 5978 6 مراٰۃ المناجیح، 6/517 7 بخاری، 4/589، حدیث: 7534 8 تفسیر خزائن العرفان، ص 28، 29 ملخصاً



والدین کی نافرمانی

ام انس عطاریہ
رکن انٹرنیشنل انیمیٹڈ ڈیپارٹمنٹ

دنیا میں اللہ پاک نے انسان کو بہت سی نعمتیں عطا فرمائی ہیں جن کا شمار ممکن نہیں ان میں سے ایک بہت ہی عظیم نعمت والدین ہیں جو اپنی اولاد سے بے انتہا محبت کرتے ہیں اور یہ محبت کسی لالچ یا مفاد کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ بے لوث و بے غرض ہوتی ہے، اگر بڑھاپے کا سہارا بنانے کا لالچ ہوتا تو والدین معذور اولاد کی جی جان سے خدمت نہ کرتے، حالانکہ وہ معذور اولاد کی صحت مند اولاد سے زیادہ خدمت کرتے ہیں۔ ہمارا اس دنیا میں وجود والدین کے ذریعے سے ہی ہوتا ہے، پھر والدہ کے شکم سے لے کر زندگی میں کسی قابل ہونے تک والدین اپنی اولاد پر جان و مال قربان کرتے ہی رہتے ہیں۔

ماں باپ کی شفقت و محبت اور خدمت کو شمار کیا جا سکتا ہے نہ ان کے احسانات کا بدلہ چکایا جا سکتا ہے۔ قرآنِ کریم نے ماں کے فقط اس احسان کو جو وہ اولاد کو پیٹ میں رکھ کر کرتی ہے، اسے کچھ یوں ذکر فرمایا ہے: حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ (پ21، لقمٰن:14) ترجمہ: اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اسے پیٹ میں اٹھائے رکھا۔ چنانچہ اللہ پاک نے والدین کے ساتھ احسان و بھلائی کرنے کا حکم دیا، لہٰذا اس میں کوتاہی کو گناہ کبیرہ شمار کیا گیا ہے۔

اللہ پاک نے کئی مقامات پر اپنی عبادت کرنے کا حکم دینے کے فوراً بعد والدین کے ساتھ اچھا سلوک کا حکم دیا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ کی اطاعت کے بعد اہم ترین فریضہ والدین کی اطاعت ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ انسان کے وجود کا حقیقی سبب اللہ پاک کی تخلیق اور ایجاد ہے، جبکہ ظاہری سبب اس کے ماں باپ ہیں اس لئے اللہ پاک نے پہلے انسانی وجود کے حقیقی سبب کی تعظیم کا حکم دیا، پھر اس کے ساتھ ظاہری سبب کی تعظیم کا حکم دیا۔[1] چنانچہ یہی وجہ ہے کہ والدین کی نافرمانی باعث عذاب و ہلاکت ہے اور اس کی سزا دنیا و آخرت دونوں میں ملتی ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے: ہر گناہ کی سزا اللہ پاک قیامت کے دن تک مؤخر کر دیتا ہے جس کو چاہتا ہے سوائے والدین کی نافرمانی کے کیونکہ اس کی سزا اللہ پاک موت سے پہلے گناہ گار کی زندگی میں ہی دے دیتا ہے۔[2] والدین کی نافرمانی اعمال اور نیکیوں کی قبولیت میں رکاوٹ بن جاتی ہے اور والدین کی نافرمان کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا،[3] ماں باپ کے نافرمان اللہ کی رحمت سے دور اور ہلاکت و بربادی کے قریب ہیں۔[4]

افسوس! والدین کے احترام و فرمانبرداری کے متعلق اسلامی تعلیمات کی اتنی تاکید اور نافرمانی پر ہلاکت دنیا اور عذاب آخرت کی وعید کے باوجود فی زمانہ حال بہت بُرا ہے۔ وہ والدین جنہوں نے اپنی پوری جوانی ہماری پرورش اور تربیت پر صرف کر دی، مال و جان سے خدمت کر کے ہمیں پالا، اب جب ہم میں طاقت و قوت آگئی اور والدین کمزور ہو گئے تو ان کے احسانات ماننے کے بجائے ہم کہتی ہیں کہ آپ نے ہمارے لیے کیا ہی کیا ہے؟ آپ نے ہماری پرورش کی تو کون سا احسان کیا؟ یہ تو سب والدین کرتے ہیں۔ آپ لوگ دیکھ بھال کر میری شادی کرتے، مجھے کن لوگوں میں پھنسا دیا، وغیرہ۔ حالانکہ والدین کبھی اولاد کا بُرا نہیں چاہتے۔ ان طعنوں سے والدین کا دل کرچی کرچی ہو جاتا ہے۔ ان کے دکھ کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جو اس کیفیت سے دوچار ہوا ہو۔ مائیں گھنٹوں

باورچی خانے میں کھڑے ہو کر بچوں کے لیے کھانے پکاتی ہیں اور بیٹیوں کو موبائل فون سے فرصت نہیں ملتی۔ ہم بیمار ہوتیں تو والدین ساری ساری رات جاگ کر خدمت کرتے، دعائیں کرتے اور دواعلاج میں کوئی کسر نہ چھوڑتے مگر آج ان کی بیماری ہم پر بہت بھاری ہے، رات کی کھانسی ہمیں ڈسٹرب کرے تو کانوں میں روئی ٹھونس لی جاتی ہے، ان کی دوائی جان کا وبال معلوم ہوتی ہے اور ان کی زندگی کی دعا تو کیا مانگیں انتظار ہی کسی اور بات کا ہوتا ہے۔ ہم کپڑے اور بستر گندے کرتیں تو والدہ فوراً صاف کر دیتیں مگر آج وہ بیماری کی وجہ سے بستر سے لگ جائیں تو ہمیں برداشت نہیں۔ اسی طرح ان کی نصیحت سنی ان سنی کر دی جاتی ہے، بلکہ بعض تو یہ کہنے سے بھی نہیں کتراتیں کہ امی کو کیا پتا بس یوں ہی بولتی رہتی ہیں!، ابو پرانے دور کے ہیں، ان کا کہا مانا تو گزار لی زندگی۔

یاد رکھیے! ماں باپ کو اف تک کہنے سے منع کیا گیا ہے، چہ جائیکہ ان کے ساتھ توہین آمیز رویہ اختیار کیا جائے۔ والدین کی باتیں اکثر بہت کارآمد اور تجربہ والی ثابت ہوتی ہیں اس لیے ان کی روک ٹوک اور ڈانٹ ڈپٹ کو بے جا سختی سمجھنے کے بجائے بخوشی قبول کرنا چاہیے کہ جلد یا بعد میں ان کے صحیح ہونے کا احساس ضرور ہوتا ہے۔ والدین کے تجربات سے فائدہ اٹھانے اور ان کی باتوں کو سر آنکھوں پر رکھنے والی اولاد کو ہمیشہ ترقی کرتے دیکھا گیا ہے اور اس کے برعکس ان کی بات نہ ماننے کے نقصانات بھی کسی سے چھپا نہیں۔ عبرت کے لیے حضرت عوّام بن حوشب کا بیان کردہ یہ انتہائی دردناک واقعہ مختصراً ملاحظہ کیجیے کہ ایک مرتبہ آپ کسی محلے سے گزرے تو دیکھا کہ بعد عصر ایک قبر پھٹی اور اس میں سے ایک ایسا آدمی نکلا جس کا سر گدھے جیسا تھا، وہ تین بار گدھے کی طرح رینک کر قبر میں چلا گیا اور قبر بند ہو گئی۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ شرابی تھا، گھر آتا اور ماں نصیحت کرتی تو یہ جواب دیتا: تو گدھے کی طرح ڈھینچوں ڈھینچوں کرتی ہے۔ اس شخص کا عصر کے بعد انتقال ہوا، جب سے فوت ہوا ہے ہر روز بعدِ عصر یونہی اس کی قبر پھٹتی ہے اور وہ تین بار گدھے کی طرح چلّا کر پھر قبر میں سما جاتا ہے اور قبر بند ہو جاتی ہے۔ (5)

استغفر اللہ! کس قدر عبرت ہے ان خواتین کے لیے جو والدین کی پابندیوں اور سختیوں کو ناگوار جانتی ہیں، ان کے غلط کام سے روکنے پر انہیں بُرا بھلا کہتی ہیں۔ یاد رکھیے! ماں باپ کا دل دکھانا انتہائی نقصان دہ ہے۔ اگر اس دکھی دل سے کوئی بددعا نکل جائے تو وہ ضرور پوری ہوتی ہے، جیسا کہ منقول ہے کہ ایک شخص کو اس کی ماں نے آواز دی لیکن اس نے جواب نہ دیا اس پر اس کی ماں نے اسے بددعا دی تو وہ گونگا ہو گیا۔ (6)

اسی طرح بنی اسرائیل کے بزرگ حضرت جُرَیج کا واقعہ بھی اس حوالے سے نہایت عبرت آموز ہے کہ جو نماز پڑھ رہے تھے اور ان کی ماں نے آواز دی لیکن انہوں نے جواب نہ دیا۔ بلکہ نماز پڑھتے رہے تو ماں نے بددعا دی: یااللہ! اسے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک اسے بدکارہ عورتوں کا منہ نہ دکھا دے۔ چنانچہ چند دن بعد واقعی ایسا ہی ہوا کہ ایک بدکارہ عورت نے ایک بچّہ جنا اور اسے حضرت جُرَیج سے منسوب کر ڈالا، لوگوں نے غصے میں ان کا عبادت خانہ توڑ کر ڈالا اور خوب برا بھلا بھی کہا۔ مگر حضرت جُرَیج نے وضو کر کے نماز پڑھی پھر اس بچّے کے پاس آ کر جب یہ پوچھا کہ تیرا باپ کون ہے؟ اس نے جواب دیا: چرواہا۔ اس پر لوگوں نے ان سے معافی مانگی اور ان کا عبادت خانہ سونے کا بنانے کی آفر بھی کی لیکن آپ نے فرمایا: نہیں۔ مٹی کا ہی بنے گا۔ (7)

والدین کی نافرمانی کے متعلق اعلیٰ حضرت مولانا شاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: باپ کی نافرمانی اللہ جبار و قہار کی نافرمانی ہے اور باپ کی ناراضی اللہ جبار و قہار کی ناراضی ہے، آدمی ماں باپ کو راضی کرے تو وہ اس کے جنت ہیں اور ناراض کرے تو وہی اس کے دوزخ ہیں۔ جب تک باپ کو راضی نہ کریگا اس کا کوئی فرض، کوئی نفل، کوئی نیک عمل اصلاً

مقبول نہیں، عذابِ آخرت کے علاوہ دنیا میں ہی جیتے جی سخت بلا (یعنی شدید آفت) نازل ہوگی، مرتے وقت معاذ اللہ کلمہ نصیب نہ ہونے کا خوف ہے۔[8] ماں باپ معاذ اللہ کافر ہوں تب بھی شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے ان کے ساتھ اچھا سلوک ضروری ہے۔ چنانچہ بہارِ شریعت جلد 2 صفحہ 452 پر فتاویٰ عالمگیری کے حوالے سے ہے: اگر کسی مسلمان کا باپ یا ماں کافر ہے اور کہے کہ تو مجھے بت خانے پہنچادے تو نہ لیجائے اور اگر وہاں سے آنا چاہتے ہیں تو لا سکتا ہے۔[9]

والدین کی قدر کیجئے، ان کے احسانات کو یاد رکھیے، ان کی دعائیں لیجیے پھر دیکھئے ان شاء اللہ زندگی اور موت دونوں سنور جائیں گی۔ اس ضمن میں ایک سبق آموز واقعہ پیشِ خدمت ہے: ایک خاتون کے ساتھ اس کی والدہ رہتی تھی جو بہت کمزور وضعیف تھی اور چل پھر بھی نہ سکتی تھی۔ اس خاتون کے گھر میں آگ لگ گئی خاتون نے اپنے بچوں کو باہر نکالا۔ اب گھر میں دو افراد تھے ایک پالنے میں سویا ہوا بچہ اور ایک بستر پر لیٹی ہوئی بوڑھی ماں، آگ بڑھتی جارہی تھی یا تو بچے کو گود میں لیتی یا ماں کو کندھے پر اٹھاتی۔ فوراً اس نے فیصلہ کیا کہ ماں کو اٹھالینا چاہیے، بچے کو آگ کے درمیان چھوڑا اور فوراً ماں کو لے کر تیزی سے باہر نکلی اتنے میں فائر بریگیڈ والے آگئے، جب آگ بجھی اور لوگ گھر میں داخل ہوئے تو سبحان اللہ اور ماشاءاللہ کی صدائیں گونج اٹھیں کیونکہ پالنے میں لیٹا ہوا بچہ بالکل خیریت سے تھا۔ اس پر خاتون بولی: میں نے ماں کو بچایا تو اس کی برکت سے بچے کو میرے رب نے بچالیا۔ اللہ پاک ہم سب کو والدین کی خدمت کرکے اللہ کو راضی کرنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

1 تفسیر کبیر، 7/321 2 شعب الایمان، 6/197، حدیث: 7889 3 السنۃ لابن ابی عاصم، ص 231، حدیث: 332 4 مستدرک، 5/213، حدیث: 7338 مفہوماً 5 شرح الصدور، ص 172 6 برّ الوالدین، ص 79 7 بخاری، 2/139، حدیث: 2482 8 فتاویٰ رضویہ، 24/384 9 فتاویٰ ہندیہ، 2/250

مجبوری میں کیا کریں؟

اُمِّ سلمہ عطاریہ مدنیہ
ملیر کراچی

ایک شخص نے کسی حسین ترین عورت سے بُرے ارادے کا اظہار کیا تو عورت نے انکار کر دیا، لیکن مرد نے زبردستی اس پر قابو پالیا۔ عورت کے ایک طرف آگ کے انگارے پڑے ہوئے تھے، اس نے ان پر اپنا ہاتھ رکھ دیا یہاں تک کہ وہ جل کر کوئلہ ہو گیا۔ جب مرد گناہ سے فارغ ہوا تو اس نے عورت سے اس عمل کا سبب پوچھا، عورت نے کہا: جب تو نے زبردستی مجھ پر قابو پالیا تو میں ڈر گئی کہ لذّتِ گناہ میں کہیں میں بھی تیری شریک نہ ہو جاؤں اور اس کی وجہ سے مجھے بھی گنہگار ٹھہرا دیا جائے، لہٰذا میں نے اپنا ہاتھ جلانا مناسب سمجھا۔ یہ سن کر مرد کو نہایت شرمندگی ہوئی اور اس نے اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرلی۔[1]

اس واقعے سے ہمیں یہ سیکھنے کو ملتا ہے کہ ہمیں ہر حال میں گناہوں سے بچنا چاہیے خواہ ہم لوگوں کے سامنے ہوں یا اکیلی ہوں اور اگر کبھی کسی گناہ پر مجبور کر دیا جائے تو بھی اس گناہ کا حصہ کسی صورت نہ بنیں۔ شیطان انسان کو گناہوں پر اکساتا ہی رہتا ہے مگر یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ **اللہ پاک دیکھ رہا ہے۔** کئی خواتین تنہائی میں اپنی زندگی کے قیمتی لمحات بے حیائی کی طرف راغب کرنے والی فلمیں، ڈرامے، سوشل میڈیا

پر مختلف قسم کی غیر اخلاقی ویڈیوز دیکھنے، غیر مردوں سے دوستیاں اور باتیں کرنے جیسے گناہوں میں ضائع کر رہی ہوتی ہیں جبکہ کئی خواتین اور لڑکیاں جانے انجانے میں اپنے انجام سے بے خبر ہو کر سوشل میڈیا یا مختلف ویب سائٹس پر اپنی برہنہ یا نیم برہنہ تصاویر اور ویڈیوز وغیرہ اپ لوڈ کرنے یا پھر کسی کی فرمائش پر اسے سینڈ کرنے سے بھی گریز نہیں کرتیں۔ جنہیں گھر والوں کی طرف سے کوئی روک ٹوک نہیں ہوتی وہ تو کھلے عام یہ سب کر رہی ہوتی ہیں، لیکن بعض ایسی بھی ہوتی ہیں جو گھر والوں کی طرف سے اجازت نہ ہونے کے سبب خفیہ طور پر ایسے کام کرتی ہیں۔ پھر بسا اوقات ان کی اپنے ہاتھوں سے اپ لوڈ اور سینڈ کی گئیں تصاویر اور ویڈیوز خود انہی کے لئے وبالِ جان بن جاتی ہیں، کیونکہ جرائم پیشہ افراد ان کی تصاویر و ویڈیوز کے ذریعے انہیں طرح طرح سے بلیک میل کرتے ہیں، مثلاً ان سے بھاری تاوان طلب کرتے ہیں، انہیں بدکاری پر مجبور کرتے ہیں اور انکار کرنے پر تصاویر اور ویڈیوز فحش ویب سائٹس پر ڈالنے یا قتل کرنے کی دھمکی دے ڈالتے ہیں، اب **مرتی کیا نہ کرتی** کے مصداق انہیں اپنی اور خاندان کی عزت بچانے کے لئے ان کے مطالبات تسلیم کرنے پڑتے ہیں جس کے بعد وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتیں اور خاندان بھر کے لئے بھی جگ ہنسائی کا ذریعہ اور عبرت کا نشانہ بن جاتی ہیں۔

اس طرح کی حرکتیں کرنے والیوں کو یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ اگر معاذ اللہ انہیں گناہوں کی حالت میں موت آگئی تو ان کا کیا بنے گا؟ بحیثیت مسلمان یہ تو معلوم ہی ہوتا ہے کہ اس طرح کے کام رب کو راضی کرنے والے نہیں، جبکہ بعض اوقات تو ضمیر بھی ملامت کر رہا ہوتا ہے کہ یہ سب غلط کام ہیں، لیکن اس کے باوجود صرف وقتی لذت کی خاطر ایک تعداد اس قسم کے گناہوں میں ملوث ہو کر خود کو عذابِ الٰہی کا حق دار بناتی ہیں۔

ان باتوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہمیں چاہئے کہ گناہوں سے بچنے کے لئے خود کو مضبوط کرلیں کہ کچھ بھی ہو جائے، گناہوں کی کتنی ہی خواہش کیوں نہ ہو رہی ہو، کوئی گناہ پر کتنا ہی مجبور کرے، اگرچہ تنہائی اور ہر طرح کے اسباب بھی موجود ہوں، گناہوں کے راستے کتنے ہی آسان کیوں نہ ہو جائیں، ہمیں ہر حال میں اپنے رب کی نافرمانی سے بچنا ہے، شیطان کے بہکانے، لذتِ نفس یا کسی بھی وجہ سے ہرگز ہرگز ایسا کام نہیں کرنا جس کے سبب دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی اور شرمندگی مقدر بن جائے۔

یاد رکھئے! فارغ دماغ شیطان کا گھر ہوتا ہے۔ اگر آپ مصروف نہیں ہوں گی تو آپ کے ذہن میں گناہ کرنے کے خیالات آتے رہیں گے، اس لئے خود کو مثبت اور دینی و دنیاوی اعتبار سے مفید ایکٹیویٹیز میں مشغول کر لیجئے۔ نیز ان چیزوں سے دور رہیے جو آپ کو گناہوں پر ابھارتی ہیں اور ان کے سبب آپ نہ چاہتے ہوئے بھی گناہوں میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ علمِ دین حاصل کرنے، مکتبۃ المدینہ سے جاری ہونے والی کتابیں پڑھنے، دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار اجتماع میں شرکت کرنے، نیکی کی دعوت دینے، مدنی چینل دیکھنے، دعوتِ اسلامی کے مختلف سوشل میڈیا پلیٹ فارمز جوائن کر کے دینی ویڈیوز دیکھنے اور علمائے اہلِ سنت کے بیانات سننے جیسے کاموں میں مصروف ہو جایئے تاکہ گناہ کرنے کی فرصت ہی نہ ملے۔ ہو سکتا ہے کہ شروع میں آپ کا دل نہ لگے، لیکن اس کے باوجود اگر آپ خود کو ان نیک کاموں میں مشغول رکھیں گی تو آہستہ آہستہ آپ ان کاموں کی عادی بن جائیں گی اور ان شاء اللہ عبادت کی لذت بھی نصیب ہو ہی جائے گی۔ اللہ پاک ہمیں ظاہری و باطنی تمام گناہوں سے محفوظ فرمائے۔

اٰمین بجاہِ خاتمِ النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 ذم الھوی، ص205، رقم:740 ملخصاً



تحریری مقابلہ

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کے 25ویں تحریری مقابلے میں موصول ہونے والے 167 مضامین کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
حضور ﷺ کی اہلِ بیت سے محبت	31	والدین کی فرمانبرداری	44	والدین کے 5 حقوق	92

مضمون بھیجنے والیوں کے نام: حضور ﷺ کی اہلِ بیت سے محبت: راولپنڈی: ھدی للناس اکیڈمی: بنت راجہ واجد حسین۔ سیالکوٹ: اگوکی: بنت تنویر۔ شفیع کا بھٹہ: بنت اورنگزیب، بنت راشد محمود، بنت عرفان، بنت محمد ارشد، بنت محمد اصغر مغل، بنت محمد ریاض، بنت محمد شبیر، بنت محمد عابد، بنت محمد عتیق، بنت محمد فرید، بنت محمد نعیم، بنت محمود حسین بٹ، بنت ملک رشید احمد اعوان، بنت یعقوب ملک۔ مظفر پورہ: بنت محمد نواز، بنت محمد الیاس۔ نند پور: بنت عبد الستار، بنت رمضان احمد، بنت محمد عارف۔ پاکپورہ: بنت سید ابرار حسین۔ گلبہار: اختِ مزمل حسین، اُمِّ مشکوۃ، بنت طارق محمود، بنت فیاض احمد، بنت محمد عنصر۔ فیصل آباد: علی ہاؤسنگ سوسائٹی: بنت سید محمد قاسم شاہ بخاری۔ ملتان: قادر پوراں: بنت محمد اسحاق۔ کراچی: سرجانی ٹاؤن: بنت محمد نعیم۔ گجرات: کنگ سہالی: بنت محمد قیصر شفیق۔

والدین کے 5 حقوق: بورے والا: بنت عبد الرحمن مدنیہ۔ بہاولپور: یزمان: بنت عبد الحمید۔ خوشاب: جوہر آباد: بنت اشرف۔ رحیم یار خان: رحمت کالونی: بنت ذوالفقار علی۔ سیالکوٹ: اگوکی: بنت ثاقب، بنت راشد محمود۔ تلواڑہ مغلاں: بنت محمد انور، بنت وسیم علی، بنت اشرف۔ شفیع کا بھٹہ: بنت افتخار احمد، بنت امجد فاروق، بنت امجد پرویز، بنت اویس، بنت بابر، بنت تنویر، بنت جاوید اقبال، بنت خالد حسن، بنت ذوالفقار انور، بنت رضاء الحق باجوہ، بنت ساجد، بنت سلیمان، بنت شبیر احمد، بنت شفاقت علی، بنت صابر حسین، بنت طارق محمود، بنت طاہر، بنت عارف محمود، بنت عارف مغل، بنت عبد الماجد، بنت عثمان علی، بنت عرفان، بنت فضل الٰہی، بنت محمد اشفاق بھٹی، بنت محمد امین، بنت محمد جان، بنت محمد حبیب، بنت محمد خالد، بنت محمد سجاد، بنت محمد سلیم، بنت محمد طاہر، بنت محمد عارف، بنت محمد عرفان، بنت محمد مقصود، بنت محمد کاشف، بنت محمد یعقوب، بنت محمد یوسف بشیر، بنت ناہید، بنت محمد سجاد، ہمشیرہ محمد ذیشان، ہمشیرہ احسان الٰہی، ہمشیرہ اسامہ بن امین، ہمشیرہ امیر حمزہ، ہمشیرہ بلال حبیب، ہمشیرہ شیراز حسن، ہمشیرہ عبد الحمید، ہمشیرہ محمد اسماعیل، ہمشیرہ میر حمزہ۔ مظفر پورہ: بنت محمد الیاس، بنت غلام میراں، بنت محمد شہباز، بنت محمد نواز، بنت ملک امجد سہیل، بنت نصیر۔ معراج کے: بنت محمد شفیق، بنت محمد افضل بھٹی، بنت منیر حسین۔ ناصر روڈ: بنت ندیم شہزاد۔ نند پور: بنت رمضان احمد، بنت عبد الستار۔ نواں پنڈ آرائیاں: بنت ظفر اسلام۔ نور القرآن: بنت محمد امین۔ گلبہار: بنت منیر، اخت مزمل حسین، ام مشکوۃ، ام معبد، ام ہلال، بنت رشید احمد، بنت رمضان، بنت سجاد حسین، بنت طارق محمود، بنت محمد عنصر، بنت محمد ناصر، بنت محمود حسین۔ فیصل آباد: جھمرہ سٹی: بنت اکبر علی۔ چیاں: بنت ارشد محمود۔ کراچی: دھوراجی: بنت محمد الیاس۔ فیضان آمنہ: بنت رحمت علی۔ فیضان خدیجۃ الکبریٰ: بنت عنایت علی۔ نور طیبہ اسلامک انسٹیوٹ: بنت محمد صابر۔ گجرات: کنگ سہالی: بنت یسین۔ ککرالی: بنت محمد تقی۔ گوجرانوالہ: نوشہرہ روڈ: بنت محمد عاشق بٹ۔

والدین کی فرمانبرداری: سیالکوٹ: اگوکی: بنت الیاس۔ تلواڑہ مغلاں: بنت عارف حسین، بنت بشارت علی، بنت طارق، بنت محمد آصف، بنت محمد ارشد۔ شفیع کا بھٹہ: ہمشیرہ محمد منیب، بنت شمس، بنت ارشد، بنت خالد پرویز، بنت خلیل احمد، بنت سعید، بنت سہیل احمد، بنت طارق نذیر، بنت عرفان، بنت محمد احسن، بنت محمد بوٹا، بنت محمد شاہد، بنت محمد نعیم، بنت محمد وسیم، بنت ہمایوں، ہمشیرہ دانیال، ہمشیرہ عبد القدوس، ہمشیرہ محمد آصف۔ مظفر پورہ: بنت عمران، بنت محمد نواز۔ معراجکے: بنت غلام قمر، بنت محمد افضل بھٹی۔ نند پور: بنت رمضان احمد، بنت عبد الستار، بنت محمد صدیق۔ پاکپورہ: بنت میاں محمد یوسف قمر۔ گلبہار: بنت سجاد حسین، اختِ مزمل حسین، ام مشکوۃ، بنت غلام حیدر، بنت محمد شہباز، بنت محمد عنصر۔ فیصل آباد: چیاں: بنت محمد جاوید اقبال۔

ملتان: کوہی والا: بنت اللہ نور۔ کراچی: دھوراجی: بنت فاروق، بنت محمد الیاس۔ گلستانِ عطار: بنت محمود۔ نارتھ کراچی: بنت محمد فہیم کھتری۔

والدین کے 5 حقوق

بنتِ طاہر (درجہ: رابعہ، فیضانِ اُمِّ عطار شفیع کا بھٹہ، سیالکوٹ)

بندوں میں سب سے مُقدّم حق والدین کا ہے۔ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ میں بہت زیادہ تاکید آئی ہے۔ والدین در حقیقت انسان کے دنیا میں آنے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ اسی لیے اللہ پاک نے کئی مقامات پر والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا اور ان کے حقوق کے ادائیگی کی تلقین فرمائی ہے۔ قرآنِ کریم کی روشنی میں والدین کے 5 حقوق پیشِ خدمت ہیں:

1- قرآنِ کریم میں اللہ کریم نے انسان کو اپنا اور والدین کا شکر ادا کرنے کی تاکید فرمائی اس وجہ سے کہ ماں بچے کو اپنے پیٹ میں رکھتی ہے کمزوری پر کمزوری جھیلتے ہوئے پھر جب وہ بچہ دنیا میں آجاتا ہے تو ماں اس بچے کو دو برس مکمل دودھ پلاتی ہے اور باپ اس بچے کا نان نفقہ اٹھاتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے: وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیْكَ ؕ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ﴿۱۴﴾ (پ 21، لقمٰن:14)

ترجمہ: اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی۔ اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اسے پیٹ میں اٹھائے رکھا اور اس کا دودھ چھڑانے کی مدت دو سال میں ہے کہ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔ میری ہی طرف لوٹنا ہے۔

2- والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا (پ5، النسآء:36) ترجمہ: اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرو۔

3- قرآنِ کریم میں اللہ کریم نے والدین کا یہ حق بھی ذکر فرمایا ہے کہ انہیں بڑھاپے کی عمر میں اُف تک بھی نہ کہا جائے بلکہ نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ﴿۲۳﴾ (پ15، بنی اسرآءیل:23) ترجمہ: اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے اُف تک نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے خوبصورت، نرم بات کہنا۔

4- اللہ کریم نے قرآنِ کریم میں والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور ان کیلئے نرم دلی سے عاجزی کا بازو بچھانے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ﴿۲۴﴾ (پ15، بنی اسرآءیل:24) ترجمہ: اور ان کے لیے نرم دلی سے عاجزی کا بازو جھکا کر رکھ اور دعا کر کہ اے میرے رب! تو ان دونوں پر رحم فرما جیسا ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔

5- قرآنِ کریم میں اللہ کریم نے والدین کے ساتھ بھلائی اور ان کے ساتھ اچھی بات کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۫ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْكُمْ وَ اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾ (پ1، البقرۃ:83) ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ (اچھا سلوک کرو) اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو (لیکن) پھر تم میں سے چند آدمیوں کے علاوہ سب پھر گئے اور تم (ویسے ہی اللہ کے احکام سے) منہ موڑنے والے ہو۔

اللہ کریم ہمیں والدین کے حقوق کا خیال رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میری، میرے والدین، پیر و مُرشِد، مُعَلِّمات اور ساری اُمّت کی بے حساب مغفرت فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاٰمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

اسلامی بہنوں کے 8 دینی کاموں کا اجمالی جائزہ

نیکی کی دعوت کو عام کرنے کے جذبے کے تحت اسلامی بہنوں کے مئی 2024 کے دینی کاموں کی کارکردگی

دینی کام		نیشنل	انٹرنیشنل	ٹوٹل
انفرادی کوشش کے ذریعے دینی ماحول سے وابستہ ہونے والی اسلامی بہنیں		300528	1069880	1370408
روزانہ گھر درس دینے / سننے والیاں		36768	104840	141608
مدرسۃ المدینہ (بالغات)	مدارس المدینہ کی تعداد	4662	9482	14144
	پڑھنے والیاں	35142	97139	132281
ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع	تعداد اجتماعات	5099	10957	16056
	شرکائے اجتماع	152899	416119	569018
ہفتہ وار مدنی مذاکرہ سننے والیاں		37771	124651	162422
ہفتہ وار علاقائی دورہ (شرکائے علاقائی دورہ)		11778	35657	47435
ہفتہ وار رسالہ پڑھنے / سننے والیاں		141763	769811	911574
وصول ہونے والے نیک اعمال کے رسائل		37857	95909	133766
مدنی کورسز	تعداد مدنی کورسز	217	1084	1301
	شرکائے مدنی کورسز	4023	15852	19875

28واں تحریری مقابلہ عنوانات برائے اکتوبر 2024

1. حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی قرآن سے محبت
2. گناہ پر مدد
3. حاکم کے 5 حقوق

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ 20 جولائی 2024

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

فیضانِ صحابیات اوکاڑہ

صابری کالونی اوکاڑہ میں فیضانِ صحابیات کی عمارت بنانے کے لئے اہل محلہ نے خوب کوشش کی اور آخر کار قریبی مسجد المدینہ رضویہ کی انتظامیہ کے صدر صاحب کے ہاتھوں فیضانِ صحابیات کے لئے باقاعدہ عمارت کا سنگِ بنیاد 2010 عیسوی میں رکھا گیا۔ اللہ کریم اہلِ محلہ و دیگر وہ تمام افراد جنہوں نے اسلامی بہنوں کے اس مدنی مرکز کی آبادکاری میں حصہ لیا، انہیں ڈھیروں ڈھیر برکتیں نصیب فرمائے۔

آفسز کی تعداد

الحمد للہ! فیضانِ صحابیات صابری کالونی اوکاڑہ کی بلڈنگ میں 5 شعبہ جات کے آفسز قائم ہیں: (1) شعبہ مدرستہ المدینہ بالغات (2) شعبہ گلی گلی مدرستہ المدینہ (3) فنانس ڈیپارٹمنٹ (4) شعبہ روحانی علاج (5) شعبہ ہفتہ وار اجتماع۔

اوقات کار

مدرستہ المدینہ بالغات کا وقت دوپہر ایک بجے تا دو بجے۔

روحانی علاج کے بستے کا وقت روزانہ دوپہر ڈیڑھ بجے تا تین بجے۔

ہفتہ وار اجتماع کا وقت اتوار دوپہر گیارہ بجے تا ایک بجے۔

فیضانِ صحابیات صابری کالونی اوکاڑہ کی خصوصیات

- الحمدللہ فیضانِ صحابیات صابری کالونی اوکاڑہ میں رہائشی کورسز، اسلامی بہنوں کے مدنی مشورے اور لرننگ سیشنز ہوتے ہیں، نیز وقتاً فوقتاً اہلِ علاقہ کی سہولت کے پیشِ نظر شارٹ کورسز بھی کروائے جاتے ہیں۔
- قرآن ٹیچر ٹریننگ کورس کا سلسلہ بھی ہوتا ہے۔
- یہاں پر نگرانِ عالمی مجلسِ مشاورت اسلامی بہن کا شیڈول بنا، انہوں نے اسلامی بہنوں کی تربیت فرمائی اور انہیں تحائف دیئے۔
- اس کے علاوہ اس فیضانِ صحابیات میں پاکستان اور صوبہ سطح کی شعبہ جات کی ذمہ داران شیڈول بنا کر مدنی مشورے کرتی ہیں۔



ib.darulsunnahpak@dawateislami.com